

# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

## حرف آغاز

کس قدر حیرت و افسوس کا مقام ہے کہ ہماری عشقیہ شاعری تو ایوانِ ادب کے زینت بنے اور اس کی بیسیوں تاریخیں مرتب ہوں لیکن متابعِ دین و ایمان یعنی نعتیہ شاعری کی طرف بھولے سے بھی توجہ نہ کی جائے۔ اس سلسلہ میں ہمارے ناقدین و مبصرین ادب اتنے ذمہ دار نہیں ہیں جتنا ہمارا معاشرہ اس کا ذمہ دار ہے کہ ہمارے اس معاشرے میں جو وطنہ عشقیہ شاعری کا ہے اور اس کو جو مقام حاصل ہے اس کے مقابلہ میں نعتیہ شاعری ایک متابعِ بے بہا ہوتے ہوئے بھی ایک متابعِ کس میر میں اور ایک جنس کا سد ہے اگر اس معاشرہ میں بھی نعتیہ شاعری کو سلیقہ سے پیش کیا جاتا تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ ناقدین اسے درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے۔

ہمارے ادب میں صرف نعت گو اور لغت نگار شعرا میں حضرت رفقا قدس سرہ حضرت محسن کا گوری سے کون واقف نہیں، علامہ اقبالؒ اور مولانا ظفر علی خاں مرحوم کا نعتیہ کلام کسی تعارف کا محتاج نہیں لیکن افسوس کہ ان حضرات میں سے کسی ایک شاعر کو بھی بحیثیت لغت گو شاعر تاریخ ادب نے درخورِ اعتنا نہیں سمجھا، حضرت امیر سیالؒ اپنی نعتیہ شاعری

نے خیر خواہی سے باز نہ رہا۔ جس کی وجہ سے ہم نے ان کی نصیحت شاعری کا تفصیل تعارف آپ کو کیا آج آپ  
 کے لئے یہاں لکھنا شروع کر رہے ہیں۔ لیکن ان کی تمام تر شاعری ان کی تمام تر شاعری  
 کا دار و مدار ان کی نصیحت شاعری ہے، وہ اپنی نصیحت شاعری کے اعتبار سے عوام میں خاصے مقبول  
 ہیں اور ان کے نصیحت کلام کے دو تین نمونے شائع ہو چکے ہیں ان کے کلام کا آخری نمونہ  
 کو ہم "کلام کرم" کے نام سے شائع ہو چکا ہے لیکن اس میں بھی ان کے فن اور نصیحت  
 شاعری کا مہذبہ تعارف ملے گا۔ بہت بڑا اور مفید خاکہ کی نعمت گوئی میں جو نصیحت  
 تکمیل ہے وہ تعریف سے مخفی ہے لیکن ان کے مجموعہ کلام انصاف پر نظر کرنے والے کوئی کے لئے  
 سے ہماری امداد دیں۔

ایک چند روز کی بات ہے کہ ایک صاحب نے ایک بیوا اور خیر خواہ نصیحت شاعری کا مرتب کیا جو  
 علیہ قاری اور اردو کی نصیحت غنائی کے لئے، جس میں سے انھوں نے بڑے عمدہ ڈھنگ پر ڈھنگ اور  
 جانفشانی سے اس مسئلہ کو مرتب کیا۔ یہ چند نصیحتیں وہاں سے نصیحت غنائی کو منتخب کر کے غزل لکھ  
 خت لکھ کر جمع کر دی ہیں وہ بھی اردو کی نصیحت شاعری اور اس کی تنقید پر قلم کو تیار نہیں نہ دیکھ کے  
 اہل تصانیف کو کہ نصیحت شاعری سے ذوق رکھنے والے حضرات کو بہت سے اردو میں کی وقت گزارنی  
 سے کیا جاسکتا ہے۔ یہی غرضت سے اکٹھا انھوں نے تاریخ نعمت گوئی پر لکھا ہوا ہے۔ ہر زبان اور  
 یہ دعویٰ نصیحت شاعری کی جب تدوین کی گئی تو تمام اسالیب زبان اور ہر شاعر کے انفرادی خصوصیات  
 پر قلم اٹھائے۔

میر جوں کا توں یہ کتاب شاعری اور اب فاروقی سے وہ خارج نہیں حاصل  
 کی کہ اس کی کوئی نہ کوئی حقیت یہ ہے کہ اس طرح نصیحت شاعری کے اسلوب کے بحال ہے اور  
 اس کے لئے انھوں نے مختلف اسالیب زبان پر تجویز دے کر اردو دیکھ کر اور علمی اور تاریخی

آج حضرت ہادی مولانا مولوی امیر خسرو اور مولانا حالی کی تاریخی بصیرت میں چل کر آئی ہیں۔  
 انھوں نے انھوں نے اور انھوں نے حضرت مسکن بن اویس عمار اور میری حسنیت کے اول زمانہ  
 مشن پر نصیحت کا تنقید پر بازو دینا چاہتے تھے کہ ان کے اسباب خواہ کچھ نہ کچھ  
 ہوں لیکن یہ کہاں سے تاکہ ہم آج ان کے ایک نصیحت اور گراہیہ بیوا اور غلام کے لئے  
 چلے آئے ہیں۔

اس مسئلہ میں واقعہ انھوں نے مشعر میں جناب حسن بن علی کے نصیحت کلام کی ایک  
 مختصر تعارف اور ان کے کلام پر جامع تنقید کی گئی ہے اس میں ان کے کلام میں بہت کچھ نکلتا  
 لیکن انھوں نے اس کی بنا پر کافی جابجائی سے بھی صرف ۳۰ صفحات لکھے کی جہالت دیکھیں کہ کچھ  
 تسلیم ہے کہ ان کے نصیحت کلام میں ۲۰ صفحات کی کچھ سمجھت ہیں۔ لیکن انھوں نے ان کے  
 اور حضرت حسن بن علی کی نصیحت شاعری سے شغف رکھنے والے حضرات کے لیے اس کاوش  
 کو سراہا اس کے بعد ان کا احباب نے کچھ اس طرح منظم کیا کہ میں یہ نصیحتیں اردو پاک کے ایک  
 ترجمہ سے عام و فاضل اور مفید اور رنگارنگ نصیحت امام بہشت مولانا سید  
 احمد رضا خاں قاری کا دس سترہ کی نصیحت شاعری پر تفصیل سے کچھ لکھوں حضرت رضا خاں  
 کی نصیحت شاعری میں تعارف کی محتاج نہیں کہ آپ کا کلام لہذا بہت سطوح پر انھوں نے  
 پورا کیا اور انھوں نے اس کے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ ان کے ہاں ہے اور ان کے ہاں ہے  
 اور عشق ربوی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مراد اس میں ان کا کلام میر جوں کا توں ہے اور  
 میر جوں کا توں ہے اور اس میں بھی لیکن جب یہ لکھا کہ میر جوں کا توں ہے اس طرح کو میر جوں کا توں  
 کی اور کلام دیکھ کر اس میں شاعری کے تحقیر اور اولیٰ مولانا میر جوں کا توں ہے۔

حقیت کا کہنا اور نصیحت طرازی اور انکسار انکسار میں نصیحت کو نصیحت

کی طرف سے نہیں دیکھ سکتے اور عقیدت و حقیقت کی نگاہوں میں اکثر یہ مایہ اور بے اعتبار  
ہو جاتے ہیں وادارت جب سرفراغ میں نہ آئے عقیدت کے ایوان میں داخل ہوتے ہیں تو کوئی قصہ  
کہ سنا کر ان کے انصاف کے قتلے ہوئے کہے جا رہے ہیں اور اگر ایسا ہو جائے کہ عقیدت و حقیقت  
سے متاثر نہ ہو جائے تو فوراً علی غور اور یہ کوئی امر حوالہ یا اجتماع صدر نہیں ہمیشہ سے یہ ہوتا  
ہو رہا ہے اور ہوتا ہے گا، ہاں اس کا فیصلہ نہیں ہو سکتا بلکہ دوسرے کو یہ ہے اور میں اس کا سامہ  
کے لئے تیار ہوں کہ میں نے عقیدت کے سامنے سرجو کیا ہے یا حقیقت نے عقیدت کو آئینہ دکھایا  
ہے۔ ہمیں میں آپ کے سامنے حُکد الحق بخشش (اقول درم) کا ادنیٰ اور حق جوازہ  
نہیں دیکھ رہا ہوں۔ آپ تعین فرمائیے کہ میں نے عقیدت وادارت کو اس راہ میں حاصل نہیں ہونے  
دیا ہے اور میرے قلم نے عقیدت کے سامنے سر نہیں جھکا یا جزیہ دوسری بات یہ کہ امام باہنست کی  
فلسفہ کوئی ایسا آپ کا ملوم نہایت آپ کا بحر علی اور آپ کی یگانہ روزگار ہستی کا فاضلانہ وقار قدیم  
قدیم عرفان گیر و پاک لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کے محبوب و نواہن علی اللہ علیہ وسلم  
کے لفظ و انعامات میرے شامل حال رہی اور میں نے حضرت و رفاقد میں پردہ کی شاعری کا ہر پیر  
اور ہر ایک پہلو سے جازہ لیا۔ میری فکر رستے ہر چند شخص و تلاش میں کوئی کوتاہی نہیں رہتی  
لیکن میں کیا کروں کہ اس وحید و معر اور لگانہ روزگار کی بے مثال نقیبہ شاعری میں باعتبار زبان  
بیان مجھے کہیں کوئی قسم نظر نہیں آیا اور مجھے نہیں ہے کہنے کا موقع نہیں ملا کہ میں شاعری کے اعتبار  
سے حضرت و رفاقد میں سرفراغ کلام میں یہ سقم یا بے غامی ہو رہے۔

[illegible]

لیا آئینہ دکھاتا اور ان کی مشاطگی کرتا کہ نبی مصطفویٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسنونہ اور قدس  
کرنا آپ ہی کا حصہ ہے۔ میں فقہر، سلیقہ اور اپنے صلیقہ کے ساتھ ساتھ جو علماء اہل انوار کے  
ایں اصوات کے تحت آپ کی شاعری کا گوارہ لیا ہے اور جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تہنیت  
کے ہرگز سہولہ تفصیل سے لکھا، اور اس اہل جان میں میں جیسا خود خواہی کی تعظیم و تہنیت کی ہے  
اور حضرت احمد رضا خان دہلوی قدس سرہ کی تعظیم و تہنیت شاعری، اہل ان کی تہنیت کے ساتھ کہ یہ  
تعداد کی رسم ادائیگی بھی نہیں ہے اس کے کلمہ کی کو پیش کی ہے ان دونوں کے ساتھ تہنیت  
شاعری کے موضوع کے تحت کلمات و اوصاف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور رحمت ہوا  
سے دو جہاں صحت چند صفحات میں اور میرے خیال میں کسی نسبت نگار تصانیف کے تصدیق کی اور کیا  
خصوصیات کو پیش کرنے کے بجائے تعظیم و تہنیت شاعری کے موضوع کو پیش کرنا تکمیل و احاطہ کے  
بہرہ اور کچھ نہیں اس سے جو تمغہ اور ایمنی ہے، نسبت پائے کے قدس اور علی و اہل و عیال و اصحاب و  
معلیٰ و منشاات انواری فکر و ذہن اور قلب مرآت الہیہ جو ہر سورت و بیان و خواہی  
آرمینا علی التہنید و الثناء کی محبت میں ڈوبا ہو اور جس کا ہر نفس سید الانبیاء کے عشق کی سرسبز  
اور مرشادوں میں مستغرق ہو اور اس کی کی صدا ہو

بمستطقة" بر ماں خواہش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر باو نرسیدن تمام بو ایچی است

الحقوق والواجبات

[illegible]



حقیر شاعر کی قیامت کا کھانگے کے موجب فلو مہیات سمیت ہر نون ہلکے صریح نظریں وہ ایک ہزار  
 بیجا سے حقیر قریبے کہ کہیں واقع کی ادب اب نشاط کی شاعری اور کہاں حضرت رقتا کے  
 روح کا شعرات اچھ نسبت خاک را با عالم پاک میں زبان کو کھٹا گتیں چاہتا ورنہ یہ کہتا کہ آج  
 ادا خدائی پر فخر و ناز کہنے والے حضرت رقتا قدس روح کا کلام صحیح ہے مگر میں نہیں سمجھتا اور میرا  
 قوی کا پیر عمر جاوید کے عظیم نعمت نگار و مداح رسول اللہ علیہ وسلم جناب عبدالعزیز بقائد  
 بنی کر چکے ہیں کہ ان کو اس سلسلہ میں بہت سے حقائق سے دربار بنایا ہوا ہوگا۔  
 بعد ازاں حضرت شاعر کی سلسلہ میں آپ بھائی ایک رباعی کے آخری دو حصے پیش  
 کرتے ہیں کہتا ہوں اب فرماتے ہیں یہ

قرآن سے نعمت کوئی سیکھی نہیں  
 بھی رہے آداب شریعت معلوم نہ

- ابن عربی نے حضرت رقتا قدس روح کی شاعری کے دو حصے تمام پہلو میں سے تمام دیگر اہل پیش کے  
 ہیں، یعنی میں نے حضرت رقتا کی شاعری کا تحقیق اور ادبی جائزہ ان عنوانات کے تحت لیا ہے۔
- ۱۔ شعرات رقتا کے تحریر کی کاڑھائی شاعری پر۔
  - ۲۔ حضرت رقتا کی زبان اور اس کی لطافت پاکیزگی۔
  - ۳۔ معنی و آفرینی۔
  - ۴۔ شگور الفاظ اور شعریں کی سبکی۔
  - ۵۔ حضرت رقتا کی شاعری اور ادبی زبان پر جانچ۔
  - ۶۔ حضرت رقتا کے کلام میں تشبیہ و تمثیل۔
  - ۷۔ حضرت رقتا کا کلام اور علم ہدایت
  - ۸۔ کلام رقتا میں سنانے لفظی
  - ۹۔ کلام رقتا میں سنانے لفظی
  - ۱۰۔ حضرت رقتا کی شاعری کے ادبی پہلو۔
  - ۱۱۔ حضرت رقتا اور آؤنیا۔

ان عنوانات پر خوب فرماتے ہیں تو یہ سمجھتا ہوں کہ میرے اس تحقیق کا یہ سبب  
 کو نظر انداز نہیں کیا ہے، میں نے حضرت رقتا قدس روح کے کلام میں ان تمام عنوانات کو سمجھ  
 کیا ہے اور موضوعات نعمت معطوری سے اللہ علیہ وسلم اور اس کے مقادیر، اسباب  
 صلی اللہ علیہ وسلم خود بخود معروض نہیں رہتا آتے جیسے کہ ہیں اور میرا کوئی کہتا ہے  
 ہاں انسانہ طور پر کہ میں نے ایک عنوان قائم نہیں کیا ہے اور وہ ہے کہ کلام رقتا قدس روح  
 میں انصاف قرآنی اور عادیث نبوی کی طرف سے پیش اثبات یہ عنوان قائم نہ کرنے کے دو  
 سبب ہیں پہلا سبب تو یہ کہ نعمت معطوری سے اللہ علیہ وسلم کا اور اس کا خداوندی  
 خصوصاً حضرت رقتا قدس روح سے نعمت ہائے ربوبی کے اسباب و انصاف قرآنی و عادیث نبوی  
 میں ہے پس ایسے قرآن اور حدیث میں موضوع کلام کا اظہار کرنا وہ چار سطحات کے ہیں کلام عام  
 اور مرے میرے مندرجہ بالا موضوعات کی تقریر اور ادبی موضوعات پر لکھا ہے اور اس سے کہ  
 صفات تنقید و تجرہ میں صرف کرے برآمدہ ہیں اس لئے مجھے اس عنوان سے صرف نظر کرنا پڑا۔  
 حضرت رقتا قدس روح کا کلام بلاقت کلام موسومہ مدائح کثیر، (الطہار دوم) اور  
 اس تحقیقی جائزہ کے ساتھ شائع ہو رہا ہے اس کے بارے میں ایک بات اور عرض کرنا  
 چاہتا ہوں کہ جب میں نے اس تحقیقی جائزہ کو شروع کیا تو خدا کی بخشش و مہربانی سے  
 کہ بازا میں صرف کچھ ایک سطور و سورتے وہ بے شمارا طاعت ہے ایسے ہائے سبب  
 احباب میں سے کسی کے پاس حضرت رقتا کے کلام کا کوئی قلمی نسخہ موجود نہیں ہے اور میری  
 سے آپ کے ہمارے پیش حضرت مولانا مولوی مفتی اعظم شاہ معین رقتا صاحب مولانا  
 کے کسی ایسے نسخے کے لئے کہ ان کا ان تمام نسخے میں اس راجہ میں اپنی فکر کا سہارا لیا اور  
 احمد قہر و درویشاں سے اللہ علیہ وسلم کی نگاہ لطف و کرم کے فضل حضرت رقتا قدس روح



تقریباً اسی سابق مزید ۱۰۰۰ ذریعہ ہزار ہا ہندسوں کی تحریک اور ایک دینہ آکر کے ٹکڑے کے  
 لیے اس وقت متوجہ کیا کہ اس اہل جان کے ساتھ ہی ساتھ وہ ان حضرت عدا کو بھیج اور اپنی  
 میں اور تو قریب حوں چنانچہ جس نے ثمت و منقبت اردو اور فارسی کلام کی آمیزش سے کلام کا  
 تشکیل کیا اور ہم کلام کو الگ الگ کر کے ایک اہم ضرورت کو پورا کیا۔ میں جناب مولانا مفتی  
 تقدس علی صاحب دہلوی قادری شیخ احمد دہلوی جامعہ دارالافتاء دہلی ریورٹ کوٹ خیر پور سندھ  
 استان، کامیونٹیکر گوارا ہوں اور مولانا محمد اعظمی کامیونٹیکر گوارا ہوں اور اگر نا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ  
 جو دعوات نے اس سلسلہ میں میری بڑی جہت افزائی فرمائی۔

اس سلسلہ میں اصل محرک کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہتا یعنی مرحوم دوست قاضی  
 حمایت اللہ حیدر کی اسے جناب محترم ڈاکٹر مسعود احمد صاحب پرنسپل گورنمنٹ کالج فیضیہ  
 کراچی نے یہ کام میرے سپرد کیا تھا ان تمام محکات نے مل کر میری اس دیرینہ آرزو کا مکمل  
 قرضہ لے کر دیا۔

مجھے امید ہے کہ خدا انی بخشیش اس ترتیب کو اور اپنے تحقیقی اور ادبی جائزہ  
 کے ساتھ اور اسے ان حضرت رضا اور اہل علموں میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائے گا اور رعیت  
 شاعری کے دلاوران اور حضرت رضا قدس سرہ کے عقیدت مندوں میری اس خدمت کو بظہر  
 استعانت و تمجید کے بیکر کسی استغاثی و تحسین کا قسمی اور خواہ گار نہیں ہوں، میرے لئے تو  
 بس اتنا بجا کافی ہے کہ

ماہی منشی شاد مازندگانی خیریش کہ کار سے کروم  
 دعا تو فیضی الا بواللہ  
 شمس بریلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# حضرت رضا کے تجر علمی کا اثر

## انکی شاعری پر

بیسویں صدی ہجری کے پہلے اول تک بہت ترقی آگیا جس کی شاعری و تصنیف  
 اپنے نئے تہ تو وہ دیکھتے تھے کہ شاعر نے زبان کی صحت کا تصور خیال رکھا ہے، ان کی شاعری پر  
 انکوئیں حد تک عبور حاصل ہے کہ لازم شعری اور عامی شاعری سے وہ کہاں تک جدا ہوتا  
 ہے، طرز بیان اور طرز اد کیا ہے، معنی آویں اس حد تک ہے، علم بیان و علم معانی  
 باقت پر اس حد تک تصرف ہے۔ چنانچہ شاعری انکو ان کے طرز انعام اور موزونہ اشعار پر  
 انہی میں صغرعات کو اپنایا ہے اور شاعروں کی شاعرانہ اور ادبی صلاحیتوں اور ان کے کام کو بھی جانوں  
 سے ناپا ہے۔

لیکن آج اردو ادب میں تنقید کا رنگ کچھ اور ہی ہو گیا، کہتے ہیں تنقید کا رنگ بدل گیا ہے  
 جس میں بلکہ نقد نگاروں کا انداز نقد و نظر بدل گیا ہے آج اردو ادب میں تنقید کا رنگ دیگر



علوم کی طرح مولیٰ ادب سے متاثر ہوا ہے۔ عصر جدید کے نقد کاروں نے مغربی ادب کے طرز  
تفہیم سے متاثر ہو کر اپنی تنقید کا وسیع دائرہ کے لئے مغربی طرز تفہیم کو اپنا حالانکہ عربی اور فارسی  
ادب کے لئے یہ سزا تیز اور بے جا لگا دی ہے۔ عصر جدید کے ادیبوں نے مغربی ادب کے اعلیٰ اور فاضل ادب  
کی تنقید کی۔ انہی حدود میں اٹھ کر اپنی برائیوں کو مٹانے کے لئے نقاب کیا ہے۔ جو ان کے تنقید کے ادب کے  
قدیم نقد کاروں سے جو ان کی تنقیدات میں پیش نظر تھا ہے۔

آج تنقید کی تنقید مولیٰ ادب کے لئے ایک شوگر کھسک ہے کہ یہ کہہ دیا جائے کہ اگر کچھ  
شاعر کے سارے زعمی سے رہتے۔ یہ شعرا اور ان کی کیفیت کا ترجمان ہے۔ اس شعر میں جمالیاتی  
کیسے اور سخن غزل کے تمام شعرا کا قافیہ ہے۔ اس میں شاعر کی نفسی زندگی ہے۔  
اور ان میں خالص غصہ و حسرت ہے۔ اور اس میں زندگی سے دور کی کیفیت ہے۔ یہ شعرا غزل پر غرضی  
سے کرنا ان کے اندر ان شعر و سبب خود داری اور تنقید داری کی ایک حسین داستان ہے۔  
ان میں غزل پر ان کی تنقید کی تحقیق کے لئے عصر حاضر کے تنقید کاروں سے مغربی شاعر  
مغلی کیوں کو پیش نظر کرنا چاہئے اس کے لئے نہیں۔ بلکہ آپ عصر حاضر کے کلمات اور ساقی میں  
ان تنقید کاروں کو سامان کے طور پر دیکھیں۔ ان کے تنقید کاروں کی ہوں گے۔ کچھ شاعر  
کہ ایک طرف سے دیکھیں اس پر آپ عصر حاضر کی تنقید کاروں سے یہاں آئے ہیں۔ ان تنقید کاروں کو سامان  
کہ ان کا نام نہ لیا جائے۔ ان کا یہ ہونا بھی کسی طرح شکر غزل کا بہرہ و ایک عدا کا مظہر  
اور جہان کی تنقید کا ہے۔ ان کے ان شعرا کو آپ تنقیدت دانہ کی سے غور کرنا چاہئے کہ ان کے شعروں  
تقریباً حیات و رستہ علم اصل میں ان کے لئے ایک شاعر

موت سے پہلے ان کی حکمت نہایت ہست کیوں

تجربہ ایسا ہے کہ وہ سب شعرا کا شعرا کی تنقید آپ کا قیام دینے کے ادا اس غزل کے حکم شد

کو ان کی غزلوں کے کہہ دینے کے لئے ان کے ادیب کی فرما دینے کے لئے ان کے اس وقت کے شعروں  
میں دیتا ہے۔ نقاب کے اس شوگر کھسک

وہ وہ جس قدر کہیں لایا کہ انہی میں میں

اسے آستانہ لکھنا کا کیا سہاں آستان

یہ شعر

کہ ان کے وہ جب تھا۔ ان کی خوشامنت و آواز

اٹھا اور ان کے دست درمیں سے پاسوں کے

یہ کہہ دینے کے لئے ان کے نفس اور خود داری کا نقد ان کا یہ صاحب کا یہ شعر میں

وایب خلق کو کجی تا آئے نظر سنگ

بنائے پیش کجیل مسکن غار کے

آپ یہ کہہ دینے کے لئے ان کے "غزل کا اب پیش نظر" نقاب تو بھی ہے کہ غزل حقیقت ہے کہ

قدیم کاروں سے تنقید کاروں کے بہت آسان طریقہ نکال دیا ہے کہ عدالت دینے میں اور خود طفت

نما میں شعری اور ان میں شعری کے جھگڑوں سے اس کی جڑوں محفوظ رہیں اس کے لئے ان کے گروہ

اس راستے پر گامزن ہونے کو یہ قدم پر مغربی قدم کا خطروں سے ایک ہی خطیت کو گمراہیوں میں

یہ ان پر عرض کروں گا کہ جس طرح ہر زبان کا اپنا مزاج ہوتا ہے اس کے احوال ان میں ہر

زبان کا رنگ شاعر کی اور اس کے تصویفات جدا جدا ہوتے ہیں۔ مغربی ادب کے مولیٰ تنقید مغربی

ادب کے مزاج اور آہنگ سے مطابقت رکھتے ہیں۔ وہ اصول اور بنیادیں اس طرح طبعی ہوتی

تھیں کہ ان کے اصولوں کی روشنی میں کسی طرح تنقید ہو سکتی ہے اور ان کے اصولوں کو گمراہیوں

کے چٹا ہونے سے کسی طرح بچایا جاسکتا ہے۔ ان کے ان شعروں کے قافیہ کے مبداء اور وصفت ہے

اور ان کے قافی کو کہاں سے نکالیں۔ اور فوجت روی اور اقل روی کی پانچوں سے  
 آئے ہوتے ہیں اور ان کے باب میں صورت سوائی ہم پہنچا کر لائی ہے۔ ہمارے یہاں علم تائید ایک ضروری  
 اور دقیق قافی کی صورت میں موجود ہے۔ اگرچہ اس میں ایسا نہیں ملتا جیسا کہ ہم نے کہا ہے۔ اگرچہ اس میں  
 قافیہ نہ ملے۔ بلکہ اس زبان کا مزاج ہے اور اگر قافیہ شاعری کا اتفاق کر اٹھو تو روایت دیکھنے  
 کی وہ ہندو نہیں رہیں گے۔ ہمارے یہاں موجود ہیں۔ ہماری شاعری کے لئے تو صنائع و طبع  
 کے ساتھ اور فصاحت و بلاغت کے لوازم جاننا ضروری ہیں۔ ان کے بغیر شاعری جیسے ہے اور ہے۔  
 ہیں یہ بھی طرح تھیں۔ ہوسکتے ہیں کہ ہم انگریزی کے اصولی تنقید کو اردو ادب کی تنقید میں صرف  
 کر لیں۔ مگر اس لئے قویہ ضروری ہے کہ ہم جس صفت کو تنقید کر رہے اس صفت کو تنقید کے معیار اصول نقد  
 کے لئے ہر وقت ہر وقت اور ہر وقت شاہد ہوں۔ صاحب میر سے اس قول پر "کرا۔ تنقید" کا لازم مان کر اس  
 میں کیا شک ہے۔ کہ ہمارے قافی تنقید کو وسعت نہ دے جس میں قویہ عین کر رہا ہوں کہ مسئلہ اصول سے  
 غافل نہ ہوں۔ اس سے اور اس پر کیا ہوتا ہے۔ آہ دو قافی کے معنی قافیہ کو بعض صحت میں لے لیں اس  
 جیسو تنقید کی تصنیف میں طبع قول کا تنقید ہی جائز رہا ہے۔ وہ ان کے کہ ان ذوق کا آئینہ دار ہے  
 ان کے قول کے مسئلہ اصول سے کہیں بھی گزرتی ہیں کیا ہے۔

والجہ مسئلہ ہے کہ شاعر اپنے ہمد کا ترجمان ہوتا ہے۔ لیکن اس سے کہیں زیادہ وہ اپنے جذبات  
 و کیفیات کی ترجمانی کرتا ہے۔ اس سے اتنا ہے کہ ہم اس میں مرزا غالب کے چندا شاعر پیش کیے ہیں اس لئے  
 سب سے کہ مرزا صاحب کی شاعری سے اپنے اس معرکہ کا استلال کریں۔ مرزا غالب کے  
 میں آئینہ ہے مرزا صاحب کے چندا شاعر ہیں کہ کہہ سکتا ہے کہ مرزا غالب کی اردو غزلیں ان  
 کے بعد کی سب سے کہ ان کی آئینہ ہیں اور اس طرح مرزا غالب کو انیسویں صدی مسیوی کا بہترین  
 شاعر کا شمار کیا جاتا ہے۔

میں نے غرض میں لکھا ہے کہ میں دیکھوں کہ اب گوشت لکھ رہی ہے۔ ان بات سے  
 یا اس طرح کے دو تین اشعار مرزا کے کلام سے انتخاب کر کے کیا ہے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب  
 تھے یا وہ ہر وقت شراب کے نشہ میں غرق رہتے تھے۔ میں بات کرتی ہے کہ ان کے لئے یہ بات ہے  
 اور خیالات تھے جیسے دوسرے شاعر کے، انہوں نے اپنے اور ہم کے اپنے جذبات کو شعر کا لباس  
 پہنا دیا۔ اب آپ ان کو خود فراموش نہیں کیا۔ عالم فراموشی حقیقت ہے کہ مرزا صاحب نے مرزا صاحب کا  
 ترجمان ہوتا ہے یا وہ بات کا اس کے دل میں جو جذبات پیدا کرتے ہیں گاہے گاہے وہاں کوئی  
 کر دیتا ہے۔ مرزا صاحب اپنا انداز بیان ہوتا ہے۔ اسی انداز بیان پر غالب نے مرزا صاحب کیے ہیں۔  
 ذکر اس پر قیوش کا اور ترجمہ بہت سہا ہوتا ہے۔  
 مرزا صاحب رقیب آخر مرزا صاحب مرزا صاحب

اور نہ ہر قیوش کا ذکر قیوان کے کشف عارفین نے کیا ہے۔ مرزا صاحب اوست احسن اوست  
 کے مصداق انداز بیان ہیں اس کے کذب کی محسوس اور پسندیدہ سے پسندیدہ ہے۔ مرزا صاحب کی بھی  
 وہ دوسروں کے جذبات اور خیالات کو بھی دل نشیں انداز میں پیش کر دیتا ہے۔ یہی بھی وہ آپ ہیں  
 کو بیان کرتا ہے اور بھی جگہ دیتی کو بھی ماحول کی بعض رچی ہوئی روایات کا سہارا لیتا ہے اور  
 کہیں دوسروں کو متاثر کرنے کے لئے عامۃ الورد و کیفیات عشق و محبت کو پیش کرتا ہے۔ اگرچہ مرزا صاحب  
 صرف اپنے جذبات کی ترجمانی کا کام ہیوتا یا اس پر حد ہیوتا تو ہر شاعر غزل گو کے لئے ماحول لازم ہے  
 ہو جائے اگر بقول بعض ناقدین مومن صرف یہ شعر کہ مرزا صاحب دار فہم و ذہن ہیں کہ

عشق پر وہ نشہ میں مرتے ہیں

آہنگی ہمد و درد ہو جاتے

تو اس صورت میں عاشقوں کا شمار انسان کے پس کی بات نہیں۔











فردی جوش کے اوصاف کے بیان میں مشغول ہو رہا ہے اور یہ کہ ان کے ارضی و اعلیٰ مرتبہ کا جو آقا  
اس سے قدرت اعلیٰ کی طرف سے پہنچا ہے اور ان کے مکرر اس افلاک پر روا کر کے ہے وہ دہا  
عزت کی عظمت کے لئے صرف پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ اشارہ اسطے کیے کہ ان کی فکر رہا ہے  
اس قدر کی فکر وہ ان سے وہ اسطے کی ہے ان کے علم کی کسی بھی آفرین زمانے میں ہے  
یہ علم کے لیے اس کے حضور کا علیٰ ہواں تو یہ کہ یہ تاکہ اس جلد اس طوفان رجوع ہو سکے  
وہ گراں سنگی قدر میں وہ انسانی ہوا

(فلسفہ نظری)

مکمل میں ہے کہ ان کے اوصاف کی عظمت کی

(فلسفہ البدایہ)

ان کی عظمت کی ان و قوتی ان کی عظمت کی

(فلسفہ البدایہ)

وہ ان و قوتی ان کی عظمت کی

(علم نجوم)

جہاں کے ہر ہے کہ ان کی عظمت کی

(علم نجوم)

ان کی عظمت کی ان کی عظمت کی

ان کی عظمت کی ان کی عظمت کی

(فلسفہ البدایہ)

لیکھا وہ کہیں کہیں عقلی ہے نہ فاضل خطوط و احوال  
کہ ان میں حیرت سے سر چکا ہے، عجیب و غریب ہے  
(جہاں سے احوال ہے)

کہ ان کے عجیب و غریب ہے، ان کی عظمت کی

عقل کی چال سے تو یہ کہ ان کی عظمت کی

(فلسفہ البدایہ)

ان کی عظمت کی ان کی عظمت کی

(علم نجوم)

ان کی عظمت کی ان کی عظمت کی

(فلسفہ البدایہ)

ان کی عظمت کی ان کی عظمت کی

(علم نجوم)

ان کی عظمت کی ان کی عظمت کی

(فلسفہ البدایہ)

ان کی عظمت کی ان کی عظمت کی

(علم نجوم)

ان کی عظمت کی ان کی عظمت کی

(فلسفہ البدایہ)

ان کی عظمت کی ان کی عظمت کی

(علم نجوم)







سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہما

(القرآن)

وہاں ہر ایک نے اس اسم کی

(القرآن)

یاد کی۔ ان کے بعد میں داخل یہ آیت قرآن اور احادیث و اخبار سے اقتباس  
لہے۔ اس کے علاوہ کلمات ایسے، استدلالی اور کلام میں موجود ہیں جن میں علما و ربک  
کی اتنی اہمیت اور عظمت ہے کہ ان کی یاد میں مولانا ظفر علی خان انصاریؒ  
کا دل ہلنے لگتا ہے اور وہ اس کی یاد میں غور و فکر کرتے ہیں۔

خداوند تعالیٰ اور حضرت خداوندی مرہم کے یہاں بڑی حد تک مماثلت ہے۔ قریب ہے کہ حاضر  
قرآن کے یہاں واقعہ کو سمجھنے کی قوری، راہی، مسلمانوں کی قریب ان کی سیاسی اور دعائی  
اور دیگر امور کے ساتھ اور ہندی اور مشرقی ممالک کے تحت جو کچھ لکھتے ہیں اس کا استدلال  
آیت قرآن اور احادیث و اخبار سے کیا جاتا ہے اور حضرت خداوندی مرہم کے یہاں یہ واقعہ  
بھلا ہے بلکہ وہ اس کی صفائی اور مقصد و مصلحت کی رفعت و سر بلندی کے اعجاز میں قرآن اور  
مکلف سے مستفاد کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت خداوندی مرہم کے ایسے اشعار و کلمات ہیں جن کی ترجمانی کی مشاف  
حضور علیہ السلام و ائمہ کے ساتھ حضرت علیہ السلام کے ساتھ کائنات جھلکتی ہے۔ ان کے ترجمانی  
کے ساتھ ان کے کلمات و اشعار کے ساتھ ان کے کلمات و اشعار کے ساتھ ان کے کلمات و اشعار کے ساتھ  
یہاں ان کے کلمات و اشعار کے ساتھ ان کے کلمات و اشعار کے ساتھ ان کے کلمات و اشعار کے ساتھ

ان کے کلمات و اشعار کے ساتھ ان کے کلمات و اشعار کے ساتھ ان کے کلمات و اشعار کے ساتھ

لا یسبحن الشفاء کما کان خلقا

بعد از خدا بزرگ توئی نصرت عظمیٰ

آج بھی ان دونوں کا نام ہے۔ حضرت علیہ السلام کی یہ کہ کبھی ان کے نام میں  
ان کے بزرگ توئی نصرت عظمیٰ کی تو کبھی نصرت عظمیٰ ہے۔ اس میں شریک کی شان ہے اور ان  
ہے۔ وہی عرفی مشیرانی ہیں ان کے اپنے نصرت خداوندی مرہم کے قدموں میں ان کے قدموں میں  
اجتہاد اور ان کے نام کی ہے کہ

حق مشتاق اللہ وہ نصرت سے بہرہ مند

بہرہ مند کہ وہ بہرہ مند تھا نصرت سے بہرہ مند

جب ہر وہ کائنات کے ساتھ حضرت علیہ السلام کے اوصاف اور ان کے نصرت سے بہرہ مند  
کہ ان کے نصرت سے بہرہ مند

نصرت سے بہرہ مند نصرت سے بہرہ مند

سبحانکے عبادت و اہل ان کے نصرت سے بہرہ مند

قرآن ہی بلند آہنگی سے دعویٰ کرتا ہے کہ اگرچہ جتنا کہ نصرت سے بہرہ مند اور اس سے  
کسی کو اس کی گہرائی میں نہیں پہنچ سکتا نصرت سے بہرہ مند نصرت سے بہرہ مند نصرت سے بہرہ مند  
نصرت سے بہرہ مند نصرت سے بہرہ مند نصرت سے بہرہ مند نصرت سے بہرہ مند نصرت سے بہرہ مند  
نصرت سے بہرہ مند نصرت سے بہرہ مند نصرت سے بہرہ مند نصرت سے بہرہ مند نصرت سے بہرہ مند

نور و مستقیم نصرت سے بہرہ مند نصرت سے بہرہ مند

ہاں نصرت سے بہرہ مند نصرت سے بہرہ مند نصرت سے بہرہ مند نصرت سے بہرہ مند نصرت سے بہرہ مند  
نصرت سے بہرہ مند نصرت سے بہرہ مند نصرت سے بہرہ مند نصرت سے بہرہ مند نصرت سے بہرہ مند

میں بھول سکتے ہیں لیکن راز و نیاز و فیضانِ روحانی ہے اور یہاں محبت  
اور راز میں آتے ہیں۔

حضرت تہذیبی لکھتے ہیں کہ اختلافِ افلاک کی تشریح میں عرقِ شیرازی نے  
بہت کچھ لکھا ہے۔

تاریخ اسرار و حقیقتِ نوشتہ مولود متعین نہ خدا خلقی اعم را

حکامِ ابرار و فرستِ مکرور شیرازہ مجموعہ نہ بستہ کرم را

حقیقتِ احوال و تشریح اسکیف آفرین احوال میں فرماتے ہیں۔

پہلے سے اس عالمِ مادہ کی وحدت کا یہاں وحدت میں رہا ہے جب تک کہ کرم

نہ ہو گیا کہ حق کی شان وحدت کا تو اسکیف اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

اور فیصلہ ایسی مشکل نفسیہ از اسطلاحات کثرت والا میں پیش کرتا ہے کہ وہاں ہے۔

وہاں ہے۔

اسکیف وحدت کا وہم رافت والا

تسلسل کا کہ کوسوں نہ کیا عین کی کثرت کا

اس کی اس حیرت انگیز اسباب فصاحت و جود کرتے ہیں جاکھوں نے ایک مدنیہ کی تہذیب میں

نگاہ کی تھی تہذیب کا یہ ہے اس کی کثرت کو اس انداز میں دیکھتے ہیں۔

وہ وقت کا ہے کہ وہاں کا اندازِ فکر اس شخصِ مازہ پر ہے جس کی نہ کئی نظر

گرا آکھ سے نہیں کے تہذیب کا یہ ماہ میں

۲ جہاں لاکھ آکھ پائے گا وہیں

آئینہ نے جو کچھ کہا ہے بہت خوب کہا ہے لیکن یہ کچھ کہہ رہا ہے وہ اندازِ فکر کے مسئلہ کا ہے

اندازِ فکر پر وہاں کے اندازِ فکر کا یہ ہے کہ اس کی صورت ایک عینیت کا ہے کہ اس کی صورت ایک عینیت کا ہے

چشم نے نسبتِ استغنیٰ سے اللہ علیہ السلام میں خوب الفاظ کا کام لیا ہے اور یہ عینیت کا یہ ہے

ہوئے کم خدایا جہاں میں مافوقِ ہدایت کہ تھا لیا

تصور خوب بدعا آنکھوں نے اس پر کثرت کا

یاد گیسو، رسول سے اللہ علیہ السلام کے خوب مذاق ہی کا کام لیا ہے اور اس کی عینیت کا یہ ہے

دل سے آد نکلتی ہے تو وہ بھی بڑا بڑا بھائی ہے

آہ کیس طرح بڑا بھائی ہے ملاحظہ فرمائیے۔

یاد گیسو زکریا حق ہے آؤ کر

دل میں پیدا "لام" ہو چکا ہے کچھ

آہ کے دل میں آگزی کو وہاں کدیا جائے تو "اللہ" ہی کا ہے کہ اس کی عینیت کا یہ ہے

عینیت کا یہ ہے کہ اس کی عینیت کا یہ ہے کہ اس کی عینیت کا یہ ہے

بمعراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لغت گو لغت نے عجیب عجیب انداز سے نظر کیا ہے

نے اس کے کمالِ بشریت کو ثابت کیا ہے، فرماتے ہیں۔

سین جاسے یہ معراج مصطفیٰ ہے کچھ کہ عالم بشریت کی زندگی ہے

جہاں آب و گل سے عالم جاوید کی افکار نبوت مرا تو میں کوئی نہ افسانہ ہے

والہو محمد حضرت عالمِ ربوبی نے اس طرح نظر کیا۔

اور ان کے ہاں سر پہ سونے کی کڑیاں پہنائیں اور ان کی ہاتھیں میں اور گری کی ہاتھیں میں

باقی، اور ان کے ہاتھ میں سونے کی کڑیاں پہنائیں اور ان کی ہاتھیں میں اور گری کی ہاتھیں میں

اور ان کے ہاتھ میں سونے کی کڑیاں پہنائیں اور ان کی ہاتھیں میں اور گری کی ہاتھیں میں

اور ان کے ہاتھ میں سونے کی کڑیاں پہنائیں اور ان کی ہاتھیں میں اور گری کی ہاتھیں میں

اور ان کے ہاتھ میں سونے کی کڑیاں پہنائیں اور ان کی ہاتھیں میں اور گری کی ہاتھیں میں

اور ان کے ہاتھ میں سونے کی کڑیاں پہنائیں اور ان کی ہاتھیں میں اور گری کی ہاتھیں میں

اور ان کے ہاتھ میں سونے کی کڑیاں پہنائیں اور ان کی ہاتھیں میں اور گری کی ہاتھیں میں

اور ان کے ہاتھ میں سونے کی کڑیاں پہنائیں اور ان کی ہاتھیں میں اور گری کی ہاتھیں میں

اور ان کے ہاتھ میں سونے کی کڑیاں پہنائیں اور ان کی ہاتھیں میں اور گری کی ہاتھیں میں

اور ان کے ہاتھ میں سونے کی کڑیاں پہنائیں اور ان کی ہاتھیں میں اور گری کی ہاتھیں میں

اور ان کے ہاتھ میں سونے کی کڑیاں پہنائیں اور ان کی ہاتھیں میں اور گری کی ہاتھیں میں

اور ان کے ہاتھ میں سونے کی کڑیاں پہنائیں اور ان کی ہاتھیں میں اور گری کی ہاتھیں میں

اور ان کے ہاتھ میں سونے کی کڑیاں پہنائیں اور ان کی ہاتھیں میں اور گری کی ہاتھیں میں

اور ان کے ہاتھ میں سونے کی کڑیاں پہنائیں اور ان کی ہاتھیں میں اور گری کی ہاتھیں میں

اب حضرت عائشہ کا رنگ ملاحظہ فرمائیے۔

بعد میں کو قریب حضرت قارہ گیا اور ہاتھ میں تھے عمرو بن العاص

اس شعر میں "بندہ" لفظ کا معراج جسمانی کی طرف ایک لطیف اشارہ کیا ہے

اب اسی معجون کو حالات رنگ میں فرماتے ہیں۔

(۶۱)

زبان قلمی سے اس درجہ قریب وادیاں بہاں بہاں اور دست اہل بیت کی ہاتھیں

(۶۲)

پوچھنے کیا ہو عرض پر یوں تھے مصطفیٰ کریں کھٹکے تھے ہاتھ میں کوئی ہاتھ کی ہاتھیں

(۶۳)

قہر و کبر میں عقلیں لوگ ہیں جیسی ہیں مدح قدس سے پوچھنے تھے کوئی ہاتھ کی ہاتھیں

حضرت رقبہ بنی ہاشم نے زیادہ قلمی رائے شعر میں منکر ہے معراج کا وہ ہیں اسے لطیف الفاظ

فرمایا ہے کہ فلاں فلاں میں فرق و التماس کے قافیہ میں علامہ ثروت معراج جسمانی میں

وارد ہے یعنی شہناں الدیانی آسٹری پھندہ لیلۃ قیوم المستعجب المعجز اور الیٰ المستعجب

الذی قضیٰ امی غمیس عبد کو معجز قلمی اپنے شعر میں لکھا ہے۔

بندہ نے کو قریب حضرت قارہ گیا اور ہاتھ میں تھے عمرو بن العاص

اب حضرت عائشہ کا رنگ ملاحظہ فرمائیے۔

بعد میں کو قریب حضرت قارہ گیا اور ہاتھ میں تھے عمرو بن العاص

اس شعر میں "بندہ" لفظ کا معراج جسمانی کی طرف ایک لطیف اشارہ کیا ہے

اب اسی معجون کو حالات رنگ میں فرماتے ہیں۔

زبان قلمی سے اس درجہ قریب وادیاں بہاں بہاں اور دست اہل بیت کی ہاتھیں

پوچھنے کیا ہو عرض پر یوں تھے مصطفیٰ کریں کھٹکے تھے ہاتھ میں کوئی ہاتھ کی ہاتھیں



دلائی سیکرٹری جنرل سر رابرٹ رابنسن نے لکھا ہے کہ

نویس نے لکھا ہے کہ

میں نے لکھا ہے کہ

میں نے لکھا ہے کہ

میں نے لکھا ہے کہ

میں نے لکھا ہے کہ

میں نے لکھا ہے کہ

میں نے لکھا ہے کہ

میں نے لکھا ہے کہ

میں نے لکھا ہے کہ

اس موضوع پر حضرت رفقا کے اراکین سے اشعار میں پیش کر کے اس قدر آفرین ہوئی

طوائف کے حرف سے انہی اشعار میں کرنا بہت اور اصل موضوع کی طرف آتا ہے۔

نظر رشتہ کو شان شفا کے کا انہی مقصود تھا لیکن میں نے عرب کا ذکر کیا ہے اس لیے

میں نے لکھا ہے کہ

میں نے لکھا ہے کہ

میں نے لکھا ہے کہ

میں نے لکھا ہے کہ

میں نے لکھا ہے کہ

میں نے لکھا ہے کہ

میں نے لکھا ہے کہ

تاکا ہے کہ وہ یہ سنا اور حقیقتاً حبیب سے انشائیہ مسلم کو کہہ کر میرے بوجہ جھکا ہے کہ وجود باوجود  
کو روکتے کہ اس عطا ہونے سے محنت نہ۔

فہم مطلق سے انشائیہ مسلم میں یہ نہ کہ قابل ملاحظہ کہ دعائے مصطفویٰ سے انشائیہ مسلم  
کا لکھنے میں تو کوشش کی اور اب کے ساتھ (مستند)۔

اجابت کا سبب احیاء کا جوڑا اور بننے والی دعائے محمد  
(من انزلہ وسلم)

صہ نبوی سے انشائیہ مسلم میں اب لایا یا سن کیا کسی اور سے لایا ہو سکتا ہے؟  
والسبب و المحبہ اور فی الواقع انسانی کی تخلیق و تعمیر نعمت میں ملاحظہ کیے کہ جس  
طرح سرایت حضرت سرور کائنات سے انشائیہ مسلم سے تطبیق کی ہے جن کو ظاہر میں لگا ہوا  
تقریباً عجیب ہے۔

ہے کام اپنی میں شمس و قمر سے حیرت اور فراخی قسم  
قسم شب و ناز میں راز یہ تھا کہ صیب کی زینت و ناز کی قسم

انشائیہ رسول و کلام رسول اور زندگانی رسول سے انشائیہ مسلم کی قسمیں  
نہی رہیں اس لئے کہ اگر یہ وہ واقعہ گویا ہے کہ جو تہہ بہ تہہ محبوب مطلق سے انشائیہ مسلم  
ہے وہ اس کے دوسرے کا جس اور بھی نقطہ حضرت رفاقت قدس سرہ کی نعمت گوئی کا اصل و موعود  
ہے حقیقتاً کہ حضرت رفاقت کے جس المار سے

لا انشائیہ ہندو کہ انہماک دانت جلی فکرا البقیہ تو کمال شہر رسول کی قسم اب کام  
ہو لہ قسم سے کہ انشائیہ ہندو کہ انہماک دانت جلی فکرا البقیہ تو کمال شہر رسول کی قسم اب کام

رسول سے انشائیہ مسلم کی قسم کا انداز ملاحظہ ہو۔ انشائیہ رسول و کلام رسول سے انشائیہ مسلم کی قسم

حضرت رفاقت کے ان شیوہ قسموں کی اس اعجازت نظر فرمائیے۔

وہ خود اپنے سے قریب تھے کہ وہاں کہیں کوئی نہیں تھا

کہ کام مجاہد کے کمال شہادت شہر کا وہ تھا کہ قسم

معراج مطلق سے انشائیہ مسلم کے ان حقا ائمہ نبوت سے ہے حضرت آپ کی کہنے  
مخلص ہے۔ اس سفر پاک کی جو تصویقات قرآن پاک میں سورہ انعام اور سورہ اعراف سے عقائد و عقائد  
توصیات تمام انسانی ہے۔ یہ سادہ کہ مطابق کی جس اور حقیقت ہے کہ جہاں احوال کا گور و دیوار  
کیف و کم جہاں بار نہ پائیں انکے وحشی کی حدود جہاں قسم ہو جائیں اس کو انسانی علم جس طرح حقیقت  
میں لاسکتا ہے اس لئے کہ

یہ ذرا سے فہم و شعور سے یہ مفت ہم کو یہ ہوتا ہے

یہ کمال قرب کا ذکر ہے اس طرح صیب کی بات ہے

حضرت رفاقت دلو کی اس کیف و کم سے اور اس طرح صیب کا انسانی طرح کہتے ہیں۔

یہ سمجھ کر کہ جو سرست یہ ہوں گئے مطلق کہ یہ وہ

کیف کے جہاں جہاں کوئی نہ تھے کہ یہ وہ

اس لئے حضرت رفاقت قدس سرہ سے فرما کہ انسان کی انسان و حضرت میری حقیقت مسلم بھی اس  
راز سے واقف ہو جائیں۔

اس حقیقت کو حضرت مطلق سے ہے حضرت میری کی بات اور فرمایا ہے اس طرح ظاہر

فرمایا ہے۔





ہوئے اس کے دل تھا روشن جیسے آفتاب پروردگار کی رحمت کی روشنی اور کبھی بظہر نوران رہتا کہ شایع مفسدوں  
نے اس کے عظیم کو ان دشمنوں تک پہنچا دیں جہاں تک انسان کا علم اور اس کا قلم اس کی  
زبان اور اس کا لہجہ ہی نہ تھا وہ نہ سکتا ہے۔

حضرت عطاء اللہ علیہ السلام کی اہلی بقیات کی آئینہ دار ہیں حضرت رضا قدس  
شہداء کی نگاہ مظلوم پر کیا تھا اور آپ اپنے زمانہ کا اصل مراد کیا کو کہتے تھے کہ سرور دو جہاں ہے اللہ  
علیہ السلام کے آئے مہمان کیل کو ہر پہلو سے حاضر کریں جو باقی ارض ہمارے آپ کی ذات والا صفات  
سین لڑتے رہا ہے تھے اس لئے جناب رفعت ہر اس مقام اور منزل کی جو ہوئی اور ہر اس پہلو کو  
کاملاً احاطہ کیا اور حضرت مفسدوں کو لہر ہر پایا اور شہداء کو تمام صلے اللہ علیہ وسلم کے کام کی ثبوت کا  
آئینہ دار ہو سکتا ہے۔

حضرت عطاء قدس میں ترقی یافتہ مفسدوں کی صلے اللہ علیہ وسلم میں مستغرق رہا کی اصل ایمان  
کے انسانی کو جان بے ادب اور بے رحم کیونکہ وہ ایک عاشق رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہونے کے ساتھ ساتھ  
تیسرے دوست عالم رہا کرتے تھے وہ اس راز سے کہ میں طرح اپنا قدم باہر رکھ سکے تھے جہاں  
حیثیت کے لئے کامل پہنچا رہا ہے اور قدم آگے بڑھانے سے منع فرمایا ہے اور جہاں ادنیٰ سی مغرور  
اور اپنی حسرت کو مومنوں میں غلو میں ڈالنے کا اور یہ نہیں سکتی ہے عشق اور محبت کے تقاضے جدا ہیں اور  
پرسوں و اہل علم کے لئے جدا۔

لیکن آپ اہل دل کے لئے جدا ہیں کے ساتھ ساتھ باور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی جہاں پہنچانے  
کے لئے اور ان کے لئے اور ان کی تہذیب کے پیوند اور اہل عقل دشمن کے ایمان پر تھپتھپانے والے شریعت کے  
پابند ہونے کے لئے جہاں کے لئے ساتھ لکھتے ہوں خطا اعمال کا اندیشہ ہوا اور قدموں کی  
ادنیٰ اور ان کے ہر ایک ہر ایک کے لئے اور ان کی ہمت کو اس منزل سے ایک لمحہ بھی دور نہ ہوتا

گزارش کرتے ہیں جب علوم دینیہ کے کمال کا ماحول تھا تو اس میں بھی ایسی ہیجڑوں کو محبت و شفقت  
پر ہونے کے عشق و محبت کے جذبہ کی مرثیہ کے لئے لکھتے تھے کہ ان کے لئے نہیں اپنے کو بھی  
بہا لے سکتے۔

ذیل کے اشعار ملاحظہ کیجئے اور دیکھئے کہ کون کون سے اوصاف کی ترغیبیں اور ان کی نفی کا  
بیان جذبہ ایمان کر رہا ہے اور اس کے مقابل میں بدعت الہی صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کا انکار محبت  
کی مرثیہ کیا کر رہی ہیں اوصاف کے تقابلیں ہیں ان کی مرثیہ مفسدوں کے لئے اللہ علیہ وسلم کی حقیقت  
سے محبت و سہاوت سے مستثنیٰ ہیں۔ فرماتے ہیں۔

عائید! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو	کعبہ تو دیکھو پہلے کعبہ نہا کعبہ دیکھو
آپ زمر تو یہاں خوب بکھا تھا یہاں	آؤ حوض شہ کوثر کا بھی لہو دیکھو
زر میزاسب ہے خوب گرم کھینچتے	اوپر دست کو یہاں روز بستا دیکھو
خوب آنکھوں سے لگا یا ہے فلان کعبہ	خضر کو یہاں کے روضے کا بھی پہلو دیکھو
زین طوطا کا نگار گندہاں میں فروزا	شعلہ و طور یہاں آہن آرا دیکھو
دھو چکا ظلمت دل اور سنگ اسود	خاک ہوئی ہے کچھ بھی منہ دیکھو
گر مگر نفعت کعبہ پہ نظر پڑا زنی	ٹوٹی اب تمام کے خاکہ اور لہو دیکھو
خوب مشقی میں پائی صدا دوڑ چکے	رد حجاب کی مٹا بھی مٹا دیکھو
رقعی پہلی کی بھاری تو نہیں کھینچیں	دل و غار ہر مثال کا بھی کریم دیکھو

اس قول کے کیفیت اشعار آپ کے یہاں موجود ہیں پیش نظر مفسدوں کی تنگ دامانی و بی تفصیل ہے۔  
جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ عالم دین ایمان اور اعتقاد کے ساتھ ساتھ جذبہ محبت اور عشق

مستغنی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقداس میں غم نہیں ہوتا حضرت رقیہ قدس سرہا کی ہر غزل میں یہ رنگ دیا ہے اسے اور یہی انداز غالب ہے حضرت رقیہ کی بولی آنرز ہے کہ  
ایسا کسا دے اُن کی رشتا میں حسدِ اہمیں  
آہو نہ کس کرے پر اپنی خبر کو شبِ سہرہ ہو  
غالب نے تو اس معشوق کو حریف اتنی بلند کی کب پر پھینکا تھا کہ  
ہم وہاں ہیں جہاں ہے ہیکوگی کچھ ہماری خبر نہیں آتی  
لیکن جناب رضا کو خبر کو بھی خبر نہ کرنا نہیں چاہیے۔

میں نے دیکھا کہ اللہ علیہ السلام شوقی کچھ مومن سے دیکھ کر شریعت کو کھینچ کر اپنے  
 لڑکے کے ذرا ملاحظہ فرماتے کہ کتنا رعیت کس طرح پورا کیا جاتا ہے۔  
 اسے شوقی دلی یہ کچھ اگر ان کو دریا نہیں  
 اچھا وہ کچھ دیکھے کہ سر کو خیسر نہ ہو  
 ایسے کچھ کہ جس کی خبر نہ کوئی نہ ہو مثلاً شوقی ہے اور صرف دلی ہی اس سے لذت یاب  
 ہو سکتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں حضور کی آمد کو اس شوق  
 و شغف سے ملاحظہ فرمایا کہ ان کا قیام ہی ترقی و ترقی کے سبب ہے۔ (۲۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام  
 نے اقدس دیدارِ حبیبِ انجلی کی ریت آفری قومی برباد کیا کہ توفی اور شبِ معراج میں  
 حضور اعلیٰ اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا۔

أَوْنِ يَا حُجْدُ أَوْنِ يَا مُحَمَّدُ أَوْنِ يَا حَقِيْرُ الْبَرِيَّةِ  
مِنْ عَالَمَاتِهِ

۱۔ ش۔ اُنہیں، زانیہ اُصابت میں مایوس ہے  
 ۲۔ لطف، اُون یا احمد نصیب، تو قرابت ہے  
 شعر مندرجہ بالا کے دونوں مصرعوں میں اس نے اقسام سے اس صفت یعنی قرآن کی حدیث سے اظہار کیا ہے  
 اس لئے زبان کا لطف پتہ اندہوسکا۔ اسی انداز کا یہ شعر بھی ہے  
 لکھنے گیا راز محبوب و محب مستانِ غفلت ہے  
 شرابِ قدرِ اہل حق زبِ جامِ حقِ قرابت ہے  
 زبان اور طرزِ ادا کا لطف اگر آپ دیکھا جائے تو تو اس قدر کی زبانِ انشاءِ عارفہ کہے۔  
 نصیب دوستانِ گراں کے درجہ موت آئی ہے  
 خدا یوں ہی کرے پھر تو ہمیشہ رہے گا فی ہے  
 زبان کا لطف مسندِ حسنِ تعلیم کا ساتھ حفظِ قرآن میں اور دیکھیں کہ مقامِ محبوب کی اہمیتوں کی طرف کتنی  
 بلیغ اشارہ کیا ہے۔

ہر ایک دیوار و در پر پہننے کی ہے جیسا کہ سال

نیکو و مسکو و اقدس میں کیا سورتے گایا کرتے تھے۔

اسی میں پھر اصل موضوع کی طرف آجاء ہوں۔ یہ چند اشعار تو محض اسی سلسلے پیش کردہ تیار  
کرنا رہے جو شاعر کے مباحثے علمی زبان کی مہلاست کا ساتھ نہیں دے سکتے، مہلاست پران اور مہلاست  
پرانی ہی رہتا ہے بلکہ دعوت مہملوں کا عقار ہے۔

سبحان اللہ سبحان اللہ! خاک و غبار چھوٹی سی مخلوق کو ایسا حکم دے مطلقاً پیدا کر سکتا ہے جسے یہ اقصیٰ محنت و چھوٹی چھوٹی سالی کی ہر سانس و حرکت کا ساتھ لطف و شایان و در سلاست ہے۔ ایسا کی طرح

جہاں کی ملک روٹی نے چھ آٹا کی قبضہ کو  
سباہ نے بھی ان گھوڑوں کی کھڑوں خاک کی ہے

یار کاو خدایا نام سدا اشد علی سلم کا تقدیس سے ہم پر ماحول دیکھئے اور خود فرمائیے کہ وہ  
لہی اظہار توحید اور اظہار توحید سے محفوظ ہے۔

لہی اظہار توحید اور اظہار توحید سے محفوظ ہے۔  
لہی اظہار توحید اور اظہار توحید سے محفوظ ہے۔

اس بارگاہِ دہشت میں ہم پر ماحول ماحول اور وہ بھی قرآنی استدلال کے ساتھ۔

ہم مانے جانتے ہیں خداوندی ہے گواہ  
پھر وہ جو کب یہ شان کرے گی کے درگاہ

حضرت رضا علیہ السلام کا وہ لہجہ عربی مسلسل جس کا عنوان "جنیت شادی امری" ہے،  
ان کے طرزِ نسبت و کار کا تاثر ہے یہ مقام ہے جہاں الہی نفسِ عربی کماں شادی ہی پر پائی  
پہنچنے والی تھی، بلکہ جہان کی حدود سے بچنے والی ہوتی ہے لیکن حضرت والا کے کماں شادی  
تعمری سے لیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو کھانے میں کہ کھانا دیا ہے اس عربی مسلسل کا یہ سرِ اشعر و شہ  
تھا کہ۔

ہاں ملک پر یہاں نہیں ملے تھے  
اور حضرت نور ہشتے آئے اور حضرت ائمہ علیہ السلام

آپ اس "جنیت شادی امری" کے چھ اشارہ ماحول ہیں۔

نئی دہلی کی زمین میں کعبہ کعبہ کے ستونوں، ستونوں کے کھڑے  
نظر کے صدقے، لکھنا ایک عربی شہر کے کھڑے ہیں

نظر میں دو لہجہ کے ہمارے جلوے، جاتے تو اب سچے

سیاہ روئے کے کعبہ، انہیں تجلی ذاتِ بخت کے نئے

ظلال کعبہ یعنی سیاہ پرزے کو تجلی ذاتِ بخت کے آئینے سے قیہ کرنا غلط ہے کماں ہے۔

یہ بھومما میز آب زر کا بھومما، کہ آ رہا کماں پر دھمک کر

بچو ہمارے کماں کو موتی کھڑے کر حلیہ کی گور میں لہر ہے

میز آب زر کو بھومما قرار دے کر اس کا بھومما اور اٹھنا کماں پر آنا اور سچے کی گور کا بھومما ہے

بھومما کی حسین اور پاکیزہ لہجہ کماں ہے اور وہ بھی قیہ مصطفیٰ سے اللہ علیہ وسلم میں اس اظہار

میں لباس کی آوازیں تو ملاحظہ کیجئے۔

ہاں کے ہر دل نے وہ چمکا ہاں اس آپ رواں کا بیٹا

کہ موزوں چیریاں تھیں دھار لہجہ کا احباب تیار تھے

اور

پرا نا پڑواں لکھا تھا، اظہار یا قریش چاندنی کا

ہجوم تارنگ سے کوسوں، قدم قدم قریش ہائے

چاندنی کے چمکے قریش کو اٹھانا اور اس کی بھانے تارنگ سے ہائے قریش چاندنی اظہار

سبحان اللہ ذلالت سستی ہے۔

ماحول کھڑے اب دو لہجہ کا لہجہ اظہار ہے، تہ کوئی خط اللہ علیہ وسلم پر چمکے صدق

اگر آپ اور اہل بیت سے کون کون ہیں رہا تھا۔

انکار کر ان کے لئے قصہ قدیم لور کا بت دیا تھا باؤ

کہ یہاں سے جہنم میں پہل کر جہنم کی خیرات مانگتے تھے

تاکہ ان کی تالیفیں بھی قرآن کے آئے اور جہنم میں نہ لے جائیں اللہ علیہ السلام کا سلف پاکر ہمیشہ اسی طرح فور

الشان درجہ

اس تشبیہ کے بعد اگر آپ اور ہر مہربان سے اللہ علیہ السلام کا حال ملاحظہ کیجئے۔

یہی حال تھا کہ ایک وقت خبر یہ آیا کہ چلنے حضرت

مہربان ہی غافل گشتا دیا جہنم پرست در اسے تھے

اسی طرح

بلکہ اسے اللہ تعالیٰ ہوا احمد قریب آسروں محمد

شارع دوزخ یہ کیا تھا کہ یہ کیا حال تھا یہ کیا مزے تھے

۱۰۰ عالمیہ جہنم و قہر کا گزر نہیں اور ہم ان کیفیات کے سمجھنے سے قاصر ہے۔

خدا سے کہہ دو کہ سر جہنم کے گناہ سے گزریں گزرتے ہیں

ہرے ہیں یا ان قدر جہنم کو لے گئے ہائیں کہاں گئے تھے۔

نہایت آئین و شرف کہاں تھا انسان کیف دانی کہا تھا

نہ کوئی راہی، نہ کوئی ساجی نہ سب منزل نہ مہل تھے

یہ کہاں قیامت کا گھر اور اس کی کیفیت ملاحظہ کیجئے۔

میل و مرگزمین فوق مشکب سے نہ لیا جہنم جہنم و اہل

گناہیں جہنم سے سر جہنم سے طبعیہ جہنم سے

کہاں ہوں گے جہنم سے لفظ ائمہ اہل بیت علیہم السلام

جہنم کی جہاں سے فرج ہو کہ جہنم سے کہہ گئے تھے

اس نظم "تجلیات شامی شب آفرینی" کا تمام قدیم لفظ "تجلیات" قریب انجلی کی کیفیت

پھر اس کیفیت کا عالم حسوسات سے ذرا ہوا اور اہل بیت علیہم السلام کا اس عالم قریب

گم ہونا کیسے بلند یہ افکار ہیں، جہنم کو لے کر جہنم کے گناہوں کا گناہ کا گناہ

نہ عالم قریب میں خط سفر تھا کہ استراحت اور جہنم کا قیام کیا جہنم کی گناہوں کا گناہ

کا قیام نہیں ہو سکتا، یہ تو حال دیکھ کر جہنم کی قیام کا قیام کیا جہنم کی قیام

لحاظ نہیں بھی تھا یہ دنیا کی قیام کا قیام کیا جہنم کی قیام کا قیام کیا جہنم کی قیام

اور زندگی نظر کے بھی سامان موجود ہیں جی تو یہ جہنم کا قیام کیا جہنم کی قیام

کردوں لیکن صفات تنقید کی تنقید کی تنقید کی تنقید کی تنقید کی تنقید کی تنقید

۱۰۰ جہنم کی صفات رحمت عالم علیہ السلام ہی کے قیام کا قیام کیا جہنم کی قیام

خلق و خلق الہی خلافت اس پر وال ہے، اس حدیث قدسی کی تفسیر جہنم کی قیام

کرام و مہربان عالم رحیم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے اپنے مقام پر کی ہے اور جہنم کی قیام

دو قسم کی ہے، جہنم یہاں اہل جہنم سے قیام کی اس نوعیت و شرف کو جہنم کی قیام

قدس منور کے خاصہ قدرت دکھانے کی ہے، وہاں اللہ کیسے کہے جہنم کی قیام





نفاؤ میں کی مصیبت میں کمر، انکھ کے ستودار سنو بکھرا  
 حجر کے حد سے انکھ کے اک سر سے انکھ کے کمر بند ہے

پڑا پڑا راج کھا، آنکھ، باغ و پاشی کا  
 انجم تیرے سے کوسوں، قدم قدم فرش پر ہے

شب اسر کھیں عالم کرب کا حال جو کیمت و کم کی تحریک سے سسلی تھا، مہمانانہ انداز  
 سے دیوانہ فرما ہے۔

ہوا مرعجات فرمان رواں تک سہارے بھی بنان  
 بلکے بھلے دنیا، وہاں کسب میں نہ تھا کچھ ہے

سچا سچا علی علیہ السلام جس غول پر عالم و کونیا کی دنیا سے ہر اڑان کو دھکا  
 اُڑا کر سر سوتے در قریب، جسے دنیا جتنی پیوستہ ہو  
 سلطان اندر حضرت وقت کا فادہ گیس، جس سے اس مضمون کو ادا کرنا ہے اور اس کے ساتھ رفعت  
 مقام کو جھک جاتا ہے۔

انکھ سے راج ادا کی گئی، وہ پشیمان و دانا کجا  
 کوس پھیلے، امیدوں کی آگاہ حسرت سے دلوں کے

ان کیمت شعرا کی مہاکات کا لہان، مقام قرب میں لفظ کچھ ہے۔

اُدھر سے یہ نکالے آئے، دھڑکا چکا چمک قوم شعرا  
 بھلا، بیت کو سامنا تھا جہاں دولت کھانے کے  
 پڑے کو کیمت چھٹے چھٹے آگے سے لگے  
 جو قرب میں کی آتش کے تیرے کھلائے رکھ دیتے تھے  
 پان تیرے بیت تو ہم کو خاک حقیقت میں تھا اُڑھوا  
 تیرے کوئی نہ تھی انہم کوئی نہ تھی کے سہنے تھے۔

آپ عالم قرب کی مہاکات ملاحظہ ہو کہ اس کا اور مسند میں ہے۔

ہاں آج کل ایک بچہ، بچہ، بچہ، بچہ  
 دنیا کی گولی میں آگ کے تیرے سر اٹھانے کے  
 اپنے حق سے بڑے کوڑا خور سے تو کیا فرات  
 وہاں تو باری جہنم دلوں کی، نہ کہ کوڑا خور سے تھے

تو ان تو باری تھے دنیا کی گولی کے وہ تھے، بچہ، بچہ، بچہ  
 جس واقعہ تو باری کے کوڑا خور میں تھے، وہاں سے تھے۔

شیخ علاؤ الدین سرہانی رحمہ اللہ و تلمذہ علیہ السلام علی الشیخ ابی القاسم  
 اصفیاء صلی اللہ علیہ وسلم و تلمذہ علیہ السلام کہ فرمایا کہ میں نے  
 ہے اور میں موت و محبت اور قہار کی کوڑا خور میں تھے، وہاں سے تھے  
 اور اسلام مقبوت و محبت کو توڑا اور ان کے ساتھ جیتی کویت، یہی ان کے  
 حوت و مقبوت علیہ السلام و تلمذہ علیہ السلام کہ فرمایا کہ میں نے

فائدہ معارف طبعی و فنی کا درس سرفراز ہے، اسلام پیش کیے ہیں، انی سلاموں میں نبوت کے اوصاف  
 مروجہ کو نشان دہی کے اندر علیہ وسلم کے ماحول و ماحول کے سرفراز ہے، اقدس کو جس توفیق سے پیش کیا ہے،  
 اس کی کیا تحریف کروں اور ان اشعار کی کیا تحریف بیان کروں، ایک دریا سے معافی سے جو مریض  
 ہے اور ایک فکر غماز سے جو بحر نبوت میں بعد قلوب و قلوب میں ہے اور کمال نبوت کے گوشت پر بار  
 کو رست ثابت رہنا اگر اس بحر ذخارت سے نہ نکال لیا ہے اور کچھ دوسرے دریا کی تاش میں خود لڑائی ہوئی  
 ہے اور پھر ایک صدف معافی کی تلاش میں کامیاب ہو کر پیش کش افشائے بحر ہے اور کمال نبوت  
 کے قہر کے مثال کو پیش کرتی ہے۔ یہاں تو ان تمام ۱۰۰ اشعار کا مجموعہ تحفہ و سلام کا ایک حسین  
 گلہ مست ہے لیکن کمال سخن گوئی کا لحاظ ہو کہ ہر شعر میں سلام پیش کرتے ہیں اور کمال نبوت کا ایک  
 بیاد و شاہ پیش کرتے ہیں، تہذیب و تمدن کے اشعار میں پیش کرتے ہیں، اشعار پر اشعار پر اشعار ہیں  
 قادر و قادر معنون آفرین کی ہے اور ان کے علی کمال کی جھلک بھی موجود ہے۔

وہاں ہیں

سرفراز نام قدیم، معجزہ راز حکم یکہ تبار نقیضت پر لاکھوں سلام

عظمت سر وحدت پر شکست درود ہرگز درود کثرت پر لاکھوں سلام

صاحب، محبت حق و حق الفرب اہلب دست قدرت پر لاکھوں سلام

جبر کے سرور و آدم قدس سوا، اُس ہرگز سیادت پر لاکھوں سلام

اصل ہرگز درود و کرم، اہلب دست پر لاکھوں سلام

بے سیم و سیم و سیم و سیم، ہرگز درود پر لاکھوں سلام

ماہ لاکھوت خلوت پر لاکھوں سلام، شاہ ماسوت بہت پر لاکھوں سلام

انہائے دولہا، ابتداء کی، حق و توفیق کثرت پر لاکھوں سلام

سبب ہر سبب متہا، طلب حقیقت ہر وقت پر لاکھوں سلام

مصدر مظہریت پر اہلب درود، حق و سبب کثرت پر لاکھوں سلام

مستدرج بالا اشعار میں قادر و قادر معنون آفرین کے معنی و اوصاف نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہرگز

اب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرفراز ہے اقدس کی انصاف کے ساتھ چند اشعار و کلمات

عالمی اصل قدیم، شاہ علیہ کرم، شمع راہ طاعت پر لاکھوں سلام

کمزورین و زعمای کے درود و کرم، شاہ ماسوت بہت پر لاکھوں سلام

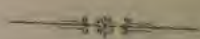
جس کے ہر وقت ملک ہے سوی نور کرم، اہلب دست کثرت پر لاکھوں سلام





م سید عالم حبیب جہاں کر کے شوق  
نور کا جو کیا ستم پہ کرد و دل درود حق

ابن شد و دنیا سے کھینچ کر لے کر لایا م اعجاز پر حسین کہے کہ مسنونہ آفریں اور فرشتے  
شرع سے کہ گئے۔ اور جہاں اشعار میں خدا کو نہیں علیہ السلام سے وابستہ محبت کا انداز اور فرشتے  
جو کہ نہایت زیادہ کیا کہنے سے مختلف پیرائے ادا کا بل و اولیٰ حق حسین ہیں۔ حضرت رفا  
قدس سرہانی سا دل کا وصف خاص ہے۔



## حضرت رضا کی زبان اور ان کی لطافت پاکیزگی

شاعر جس طرح اپنے جذبات کا ترجمان ہوتا ہے اسی طرح زبان کے عفا میں وہ اپنے عصر  
کی پیداوار اور اپنے ماحول کی ترجمانی کرتا ہے اور اپنے اپنے ماحول کی زبان سے جو کچھ وہ  
میں پاتا ہے اس کو طے مخصوص کے ساتھ پیش کر دیتا ہے یہ ادبیات ہے کہ معنی جامع لگا ہوا ہے  
عصر سے بھی آگے دیکھ لیتے ہیں۔ اور ان کی طبع رسا اگر ایسے راستے پر ڈال دیں تو ان کے بعد  
آنے والوں کے لئے رہنما کی کام انجام دیتی ہے۔ اس سلسلے میں اردو شاعری کا رنگ سبب مزاج کا ہے  
کو فراموش نہیں کر سکتے کہ ان کو اپنے ورثہ یا ماحول سے جو زبان ملی گئی اس کو مڑانے ایسے رشتے  
پر ڈال دیا تھا جو ان کے بعد آنے والوں کے لئے مشکل راہ ثابت ہوئی۔

غالب کا عہد گدال انیسویں صدی کا نصف اولیٰ ہے اس کے بعد کے نندہ سولہ سال تو آگے  
ضعت ہوئی اور محاورے جہاں میں گزرے۔ انیسویں صدی کے اس نصف اولیٰ میں اردو انشا پر زاری سے  
وہ رنگ اختیار نہیں کیا تھا اور اس میں وہ صفائی اور نکھار پیدا نہیں ہوا تھا اس سے اردو ماحول  
نگاری میں کوئی ایسا راستہ نکالنا چاہئے جو ماحول کو نکال دے بلکہ اسے اس وقت تک اردو ماحول  
پر قاری تیار اور اس کے سلیبس کے شہ پڑے غرض ہوتے تھے جو زبان اردو میں ماحول نگاری کو  
مسانی شان اور طبعی الفاظ میں سمجھانا تھا اس لئے کہ اس وقت کے شاعر ماحول نگار اور اردو براہ راست  
تھا کہ وہ ماحول نگاری قاری میں کر رہی تھی وہ ان کی زبان میں لکھتے تھے۔

ریختہ کا آغاز بہت پہلے دکن میں ہو چکا تھا اس کے بعد شمالی ہند میں اس نے رقی آن پائی

کی تھی، دلی دکنی، عربی، پنجابی، انگریزی، ہندی، اور اردو کے بعد غالب، مومن، شفیق  
اور دکنی جیسے مشاہیر ریختہ گو شعرا مرگ چکے تھے، اردو شاعری میں انھوں نے ایک لکھار پتہ لگایا  
تھا۔ زبان کی صفائی، صحت اور روزمرہ کا لہجہ ان حضرات کو ہر وقت خیال رہتا تھا لیکن بایں ہمہ اردو  
شعرا یہ حالی شاعر غالب نے اپنے دیوان ریختہ کا دریا پر قاری میں لکھا تھا تاکہ ان کے ادبی کمال  
پر کسی کو شک نہ ہو۔

شفیق کا تذکرہ شعرا نے اردو لکھنؤی "بھار" قاری زبان میں ہے حالانکہ شفیق ریختہ بہت  
خوب گیتے تھے، پس اس کا سبب اس کے سوا کچھ اور نہ تھا کہ وہ اپنے ماحول اور اپنے عہد کے سچے  
فرمان تھے وہ اس سے بغاوت نہیں کر سکتے تھے۔

غالب نے جس اردو واسطہ قاری کی بنیاد ڈالی تھی وہ بہت جلد مقبول ہو گئی اور قاری زبان  
کے بجائے اردو میں سلسلہ اردو اور شریعتوں کا شاعر بن گئی اور پھر اس کے کچھ عرصہ بعد اردو  
زبان کی تصنیف کی زبان بن گئی اور اکثر موصوفات پر اردو میں قلم اٹھایا جانے لگا، میں نہیں  
کہتا کہ غالب سے پہلے اردو شاعری کی تصانیف موجود نہیں تھیں، میر، منن، بارغ و بہار لکھ کر غور و خیر  
کافی کے اردو شاعر انشا پر راز غالب سے پہلے اردو شاعری کی بنیاد رکھ چکے تھے البتہ اردو واسطہ  
قاری میں غالب کو اولیت کا شرف حاصل ہے۔ بہت ہی قاری کتاب کے ترجمے اردو میں کئے  
گئے، مرید احمد خاں نے متعدد کتب اور بہت سے معانی اردو میں تحریر کئے جن میں آثار  
الغنی، اسباب البلاغ، ہندو ان کے وہ معانی ہیں جو رسالہ تہذیب الاخلاق میں شائع  
ہوئے، مولوی مشتاق علی، مولوی جواد علی، نعم الملک نے جو مرید کے نقاب میں شاعر ہوئے  
جو بہت کچھ لکھا اور خوب لکھا، ان کے بعد اردو کے عناصر طرہ یعنی مولوی نذیر احمد،  
مولوی ذکا اللہ، محمد حسین آزاد، حالی اور شبلی نے اردو شاعر اس جلد کی تک پہنچاؤ یا لکھ چکے

ان کی تصانیف ہمارے سامنے فرما رہی ہیں بلکہ یہ تصانیف ہیں۔

نذیر احمد کی تصانیف میں تو بہت تصنیف، نسا، چنگ، انکا الوقت و ہمارے سنہ ۱۳۰۰  
مرآۃ العروس، کئی تعاریف کی تصانیف ہیں، آزاد کی خلدان، قدس، تنہیک خیال اور آبیات  
عصر جدید و غیر جانہ کے انشا، پرنازول اور انیسویں سے قرآن، تحسین، حاصل کر چکی ہیں۔  
حالی کی حیات جاوید اور مقدمہ شعر و شاعری کو ان کی تصانیف میں ایک بلند مقام حاصل  
ہے اور شبلی کا نام قرآن کی سیرۃ النبی اور سیرۃ کی حیات، چنگ، لنگ، چاہے ہے، ان کی تصانیف  
میں موازنہ انیسویں و دسویں، شعر، بحر، الغار و فی اور مامون کو بھی شہرہ حاصل ہے۔

ان تمام شاعروں کی تصانیف انیسویں صدی کے نصف آخر میں ہوئی، میں اردو تحصیل  
میں نہیں جاؤں گا مجھے تو صرف درمیان میں انیسویں صدی کا نصف آخر میں طرح انشا  
پر ناز کی کا ایک قابل قدر دور تھا اور ہم جس کو دور ستون سے تیار کر سکتے ہیں اسی طرح یہ دور  
اردو شاعر کا بھی ایک عظیم اور وسیع دور ہے، بہت سے نامور شعرا اس دور میں پیدا ہوئے، ان میں  
ارباب کی خدمت انشا پر ناز کی کی طرح ایسی شاعری کے دریا بہا لے، بعض انیسویں صدی کی تحسین  
کو ایک وقت ایک اعلیٰ انشا پر ناز اور ایک جلد یہ شاعری حیات سے تسلیم کی جا چکی تھی۔  
حالی اور شبلی جس طرح بحیثیت ایک شاعر اردو شاعری کی طرف توجہ دے کر سکتے یا انھوں نے اردو شاعری  
کوئی گراں قدر یادگار نہیں چھوڑی اور بعض کے اوقات نظر و غور کی حد میں شریک ہوئے۔

انیسویں کی طرح علامہ کا گروہ بھی اردو زبان کی ترویج و ترقی میں کچھ نہیں دیا، انھوں نے عام  
اردو کی طرح ناوی، افسانہ، داستان، سفر، گویا، موصوفات نہیں لکھا، انھوں نے شاعری  
موصوفات پر قلم اٹھایا، انھوں نے حد و حدیث کے مقدس موصوفات لکھے اور خوب غیر لکھا، اگر ہم محض ان کی

یاد رہی قصائیت کا مطالعہ کریں تو کوئی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس شریک تعلق کسی دور سے ہے لیکن  
زمانہ کے اسلوب بیان سے ہم اس کے عہد کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ شریک نگاری زبان اور اس کے ادب  
پر اس کے عہد اور عہد کے دیتے تھے لگے ہوئے ہیں کہ ان عہد پر اس نہیں بچا سکتا یہی حال شاعر کا  
ہے۔ آج شعری تنقید میں ہماری نظر سب سے اول شاعر کے عہد کی طرف جاتی ہے اور اس کے کلام  
سے ہم اس کے دور کا پتہ لگاتے ہیں۔

ہر حال یہ سقم ہے کہ شریک نگار اور شاعر اپنے عہد کی پیدوار اور اپنے عہد کی زبان کا ایک بچا ترجمان  
سمجھا جاتا ہے۔ شاعر اپنے حال میں رہی بھی شاعر نہ خصوصیات کو اپنا نامزدی کہتا ہے۔ دور اس کی  
شاعر کی قبول عام کی سند سے محروم رہے گی۔ دبستان کھنڈ کی خصوصیات الگ اور دبستان وچلی کی  
الگ تھی تو کسی شاعروں نے اپنے دبستان کی خصوصیات کو اپنا یا اور شعرائے کھنڈ نے اپنے دبستان  
کے حصہ ان کی ترجمانی کی، ایک حصہ کھنڈ کی رعایت نظر کی کہ پانچویں کا طوفان برپا رہا نتیجہ یہ  
نکلا کہ تاریخ اپنے اس مطلع سے زیادہ صاف شعرا اور بلند مطلع نہ کہہ سکے۔

یہ اس سبب سے مشرق آفتاب و باغ جیساں کا  
طلوع، صبح عشر چاک ہے میرے گریباں کا  
حال اور خارج کے بارے میں یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ مطلع زبان تھے، اس طرح آتش نے

شاعر محبوب کی رعایت سے یہاں تک کہہ دیا ہے  
اُٹھتی ہے جاتے سبزہ کھنڈی میرے چمن میں  
اس کے علاوہ رعایت نظر میں یہ بات بھی لکھی گئی ہے۔

صحر کو بھی نہ پایا بعض وحش سے خالی  
حاکم خلا ہے کیا چولا تیرے حاکم بنیں

اسی زمین میں ہیں ان جہاں تابش نے تیرا۔

پہرہ رنجی لڑائی مشق اور کنگدن میں

اس رعایت نظر کو طبعی دلوں کا نام دیا ہے جو تاریخ نے اس قسم کو لکھا ہے۔ یہ تو کھنڈ  
کے دبستان کا حال تھا، اصلی دانے واقفیت کے ترکان تھے رہے، ان کا اندازہ تھا البتہ اس حد تک  
اور اس دور شاہ جناب آؤں گے اس واقفیت کے ساتھ عارفی پہلو کے لحاظ سے دور دورہ ایک  
طو مار مرتب کر دیا اور محاوروں کی کھیت باور دیا اپنے اشعار سے لگاتار ہے۔ البتہ یہ اور  
جو کہ ان بدعتوں سے محفوظ رہے، اس سلسلہ میں مزید کیا نہیں کروں تو جی ہوں کہ طو مار کھنڈ کا  
پر بار نہ گزرے ورنہ اس سلسلہ میں بہت کچھ کہا جاسکتا تھا۔

انیسویں صدی کے راجا آؤں اور شاعری کا آفتاب نصف اب ایک عہد پہنچا تھا اور  
شاعری ایک وضع شریفہ کے ساتھ میں اصل میں تھی، راجہ جیہاں شاہ کی کھنڈی چھوٹی سراسر شعرا کی  
سرپرستی کو جو تاش و افکار کھنڈ میں، قابلیت، ریاست، راجہ کے حلیہ و خراج، راجہ کی عقل  
کو ریاست دکن میں جو فروغ حاصل ہوا تھا اور جیہاں شاہ کی ان کے تحت میں آؤں کے تحت میں آؤں کے  
اور شاعر کو نصیب ہوئی، ان قدر آؤں نے شاعری کے بار کو دور چھوڑ دیا، جب تک کہ وہ آؤں  
اپنے افلاس کے ہاتھوں اس طرح شکوہ کیا ہوئے تھے

میرے ہرگز کوئی جیہاں شاہ والی نصیب

شرمندہ ہوں میں اپنے کمالوں کے ساتھ

تو جناب ناظم والی ریاست راہبوسے جرایا تھا ہے

ناظم میرے آئے یہاں ہم ہیں مسترد اسے

شرمندہ کیوں ہے اپنے کمالوں کے ساتھ

یہاں ان تدریجوں نے اور اعزاز و عائدوں کے خلاف شاعری نے مصنف کے مسلکوں کی توجہ سے ہر چند وہ بھی اردو شاعری کا رچہ جاریا۔ ہر دست سے کہ سلطان شہزادہ کی من و مہر سے کہ اس کے تکرار کیا اور ہندو من لطیف طبع کے تھا بھٹو سے کرنے کے لئے اوسر توجہ سے ہاں توجہ سے مرنے کا تھا کہ تیسری صدی کے رشتہ آفرین شاعری کا آفتاب اپنی پوری آہ و تاب سے منظر ہر تھا۔ یہاں وہ وقت تھا کہ حضرت دارا دہلوی امیر پٹاٹی، تسلیم عالی ادا کر لی تھی کہ ہر وقت دھرم میں ہی منور رہا کرتا دہلوی کے اخبار تو بچے بچے کی زبان پر چڑھے ہوئے تھے، دارا دہلوی اسنادوں کے شاعر تھے اور کئی تھے ان کا تعلق تھا، ان کی زبان تعلیم کی زبان تھی جہاں ان کے اور قلم کی زبان اردو کے لئے سدھ تھی۔

دارا گیلان کی معافی، بریلی، اور کلام کی شاعری نے بہت جلد ان کو قبول عالم کی سند عطا کر دی ہر صنف و رنگ میں شاعری سے زیادہ کسی کو شاعر و مہر نہ آئے، دارا کی شہرت نے ان کے رنگ کو لکھنا تک نہ پایا۔ جسے نہ آئے خاصوں کو یہ رنگ قبول عالم کی آرزو میں اپنا تاج امیر پٹاٹی اور جے لکھنؤ کی جیسے نہ گورنر نے دارا کے رنگ کی تقلید کی۔ اس لئے کہ اس وقت ہی نکسا کی رنگ تھا ان کی حالت آج کے اس رنگ کو نہیں رہنا یا انھوں نے اپنے لئے الگ الگ راستے متعین کئے البتہ نہایت کی سلاست اور جان کی وضاحت ان کے پیش نظر ہی لیکن ان کو کس عمر میں دارا جیسی شہرت حاصل نہ ہو سکی لیکن ان کے لئے مالدار ملک ہے۔

دارا دہلوی کا رنگ بہت جلد مقبول عالم ہو گیا احوام و خواص صرف اس کلام ہی کو پسند کرتے تھے جسے نہ ان کا چہرہ اور سادگی ہوتی تھی، خیالات کی بلندی، طرز ادب کی طرحی اور بڑی آہستہ دماغ سے پہلے موتیوں اور خفا سے نہ رہتا اس کو یا تھا، اس کا رنگ دارا کی سادگی اور ہر کسی کے محتاج نہ گئی۔ نہ ان کے اس رنگ کو بچے کے لئے تھی دارا اور ان کے معاصرین کا

کلام بطور نمونہ پیش کر دیا ہوں تاکہ آپ کو یہ اندازہ ہو سکے کہ تیسری صدی کے رچہ آخر میں زبان کن خصوصیات سے مالا مال تھی اور کس رنگ کو قبول عالم حاصل تھا۔ سب سے پہلے یہاں معافی کے اشعار پیش کر رہا ہوں کہ معافی اور دارا و شاعری میں ایک نظر پڑے کے ہاں مجھے جلتے ہیں، انھوں نے واقعی اردو شاعری کو عافیت خیال اور پاکیزہ خیال کے جو پہلو تھے شہرستے ہیں۔

تم نے تیوں وصل مرید ہر ملو  
تس کو دھرمی سے شکایت لا  
کچھ تو ہے قدر خاشاکی کی  
سہجہ شوق خود آرائی کا

کچھ میری تجھ کوئی شہر دارا نہیں  
تم جانتا کہ جرم میں کس شہر سے تھیں  
شہر ہی ان کے قبول میں کشتیں جرم  
توڑا ہمارے سر پہ کھیں آسمان جیسے

دل سے خیال دوست بھلا دیا جا  
ہستے ہیں دارا سے کہ شاید نہ جائے  
تم کو ہزار شرم ہی کچھ کو لاکھ ضیاع  
الفت اور رازت کہ جیسا نہ جائے

قلق اور دل کا سوا ہو گیا  
دل سے تھرا پلا ہو گیا  
وہ امید کیا جس کی ہوا سہا  
وہ وعدہ تیسری صوفی ہو گیا  
جہیں بھوت اسکی بھت شوق  
وہ دل کے ملنا پلا ہو گیا

ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ لطافت خیال اور پاکیزہ خیال کی ہوا کی سمت کاروں کے ہر چہ و سادہ طرز کی



سے نظر نہ ہیں! اللہ ان کی سادگی ضرور قابلِ وادہ ہے، اب حال کے مقابل میں تاریخ کی زبان  
حفاظت فرمائیے۔

یہاں ماہ و شمس کی مولا کی منزل میں رہتے ہیں  
مذاکرے محبت کے آداب دھرو لوں  
گفتہ نام و نشان پوچھے تو اسے قاصد بخارشا  
مخلص و آغ ہے اور عاشقوں کے دل میں نہ پختہ ہیں

بیای کامیاب آئے نہ آئے خدا جانے جواب آئے نہ آئے  
مقامِ آدب سوار تو حسنِ ناز قیامت ہو کچھ آئے نہ آئے

ستمی کرنا جغرافی کرنا، انکسار الفت بھی نہ کرنا،  
جس میں تم ہے ہمارے مری ہمارے حق میں کی نہ کرنا  
لے تو پلٹے ہیں حضرت دل آہیں گئی اُس آئینہ میں  
ہمارے جلو میں بیٹھ کر تم ہمیں سے جلو نہیں نہ کرنا،

قصبہ کی ترسے دھسے پہ اعتبار کیا تمام رات قیامت کا انتظار کیا  
کسی طرزِ سازش سے نہ سنے اعتبار کیا غری و فاسے مجھے تو بے فرسار کیا  
تجھے تو وعدہ و وعار ہم سے کرنا تھا یہ کیا کیا کہ جہاں کو اپنا کر گیا  
ہم اسے ہم نکادہ نہ تھے جو ہوش تھا مگر قبائے تغافل نے ہوشیار کیا

ایم تری بزم سے اسے یاد پڑ جائے ہیں  
گرچہ مونسوں کا قلندر نہ جانے کوئی  
اس طرح جانتے ہیں اس بزم میں کیا کچھ  
آنکھ بند کرنے کو چاہئے جانتے ہیں

تابِ نظارہ کے دیکھے خواجہ کے معلوم  
رہ نہ راج محبت کا خدا صاف ہے  
رہلیاں کو نہ تو ہیں جب سر ہم نکلیں  
اس میں وہ جا بہت سخت مقام نکلیں

کلامِ دارغ سے یہ شکر ہے سب سے اور یا کبریا انشاء میں ہے پہلے کہتے ہیں اور اُن غرضوں کی نگاہ  
نہیں ڈالی ہے جن میں عشق اور تعلیق موجود ہے۔ اب حق اور دارغ کے بعد میر جہاں اور اس سے  
فکھنوی کا رنگ، حافظ کیجئے کہ ان کی سلاست اور سادگی کا حضور نے بھی یہ مشہور دیا ہے کہ  
سے بچنے کی کوشش کرنا ہے شکوہ الفاظ سے کام نہیں لیتے، اسید سے سادست فیہ آلات مہر  
میرا ادا کرتے ہیں۔

اسیر فکھنوی

روجن کھن جو وہ رنجِ شری ہو گیا  
بھول سا فرین کی غمِ غول ہو گیا

نہیں بیاہ جو اسے شہب مسجود بھی  
خندہ گل ہے کہیں انا لا بھیں ہے کہیں  
آگے کیا آپ نے جاننا ہوئی وہ بھی  
سیر اس کھن کی اچھو کیا کہیں نہ بھی

خدا جانے یہ کس کی جلو کا دکھ ہے تو کیا  
پہرہ دارغ کے راز کو نہ جانی ہے کھن کی

میں ہزاروں لاکھ آندھیاں آئیں تری گئی سے مری خاک بنا تو ان زمانہ

جناوہ کئے ہیں اتنا کوئی نہیں کہتا کہ قرون عاشقی شیدا حضور ہوتا ہے

موت سے میرے اس گل فون کی کوئی ہے مددگار کہ شکوں میں بھی رنگ تری ہے

عاشقی میرا وہ بیانی قریب سے ہے۔

عورت کیوں نہ ہو داغ و لعل ہو فانی کا کہ ہے ہمدردی مدت کی آشنائی کا

میرے نصیب یہ کہتے ہیں میرے ناگوں کہ ہے خیال ہمارا بھی بنا رسائی کا

شب وصال بہت کم ہے آسمان کی جو شب وصال کوئی ٹکڑا شب وصال کا

انصاف تجو یا خدا سے طلب کیا تم نے بھی اسے امیر طرازی غصہ کیا

ہات رکھ لی میرے قاتل کے گھر کا لڑکھو اس گھر پر مجھے مارا کہ گھر کا رنہ بھٹا

کہا یہ شوق نے اٹھا مجھے سو بھانجہ مارنے لگا کہ اس سے ہزار دہریں نہیں

فلک کے دور سے دنیا بدل گئی دھڑ جہاں بنے ہیں شے خالص خالق خستہ ہیں

گہرا کے جب اوراق میں انجمن ہوئی آگ خدا ہی تو مقام انجمن کے ہیں  
وہ اور وعدہ و سئل کا کاسہ پلائی کہ جی جہ پلٹا نہیں کہ میں نہیں

چہوئوں میں اگر ہے پوچھواری کہ توں میں بھی ہو آگ تو چہا لاری

اس ولی پہ ہزار جان صدائے حسن دل جس سے آگ تو چہا لاری

تجی قاتل پہ آواز گئی رقص سن پہ قتل گئی  
اس روش سے وہ چہ گشت میں کہنے کے بعد رست گئی

مجھے گلشن تو یاد آتا ہے گھر کے ارب بڑا ہے

تم کو اکھاٹے پیار پہ فتنہ گھر کو گلشن پیار ہے

اب حضرت اکبر آبادی کا رنگ غزل حادثہ کیجئے میں کہ قریب از احوال مولیٰ کی تھی مجھ  
ہے اللہ کے سکا احوال اور قریب از رنگ کو کہ جواب دہا ہے۔

فرماتے ہیں۔

اللہ کجائے عرض عشق سے دل کو شہنشاہ کی ہے ہزار دہریں نہیں

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو بوجہ نہیں ہیں وہ بھی کرتے ہیں تو بوجہ نہیں ہیں

یار سے ان کی بہت عزت ہے آہ بھی دل سے نکالی جال سے گئی

کے تکلف چاہئے سوز و گداز شمع کیوں نہ ہو بھلائی گئی

اگے جھلک دیکھ لی تھی ان کی کہیں وہ اثر دل سے آتا تھا عریب

کہ محنت دل کو کیوں نہ تھی یہیں کیشا ان کو تو شرقی ناز و آواز سب کے ساتھ ہے

خبر کے ذکر میں کرتے ہیں وہ میرا محاظ خبر کے آتے ہیں اور تمام بنام آتے ہیں

ہر دم عزت کوئی تھی ہے تو روایت استاموں

کوئی گری ہوئی صحبت مجھے یاد آتی ہے

اگر اس دور کے بعض اور مشاہیر شعراء کے کلام کے نمونے پیش کروں تو درجہ کچھ نمایاں کی  
طیاق پر ہاں ہی جاتیں گے کہ نصرت جوئی سے اللہ علیہ السلام کے سلسلہ میں زبان کے اسالیب  
کا بیان اور اس قدر طویل لیکن ان نمونوں کو پیش کر کے صرف یہ بتانا تھا کہ انیسویں صدی کے  
آخر میں جبکہ جناب رضا قدس سرہ کی تفسیر شاعری فردوس گوشتی کے سامان فراہم کر دی تھی  
اس وقت شاعری کے لئے زبان کے کس اسلوب اور کس انداز کو پسند کیا جاتا تھا آپ نے اندر  
یاغیاں شعراء کی مختلف شعرا کے ہیں یہ بات بطور قدر مشترک پائی ہوگی کہ صحبت زبان کے ساتھ  
ساتھ سلاست اور سادگی اس دور کی شاعری کا وصف خاص ہے، کہیں کہیں عمار سے بھی نظم  
جو بات تھی لیکن اس صورت میں بھی سلاست پر توجہ نہیں آتا۔ آپ نے انکادہ کو لیا ہے جو کہ  
ایسویں صدی کے سچے آخر میں سادہ زبان و بیان کو کیا اہمیت حاصل تھی اور اس دور کو کے  
مشہر شعراء زبان کی سلاست، پاکیزگی اور صفائی کا قدر خیال رکھتے تھے۔

حضرت رضا قدس سرہ کی زبان کے سلسلہ میں کے عمار سے بھی لڑا ہے میں نے  
پچھلے اوراق میں ان نمونوں کو پیش کر کے بتا کر اللہ اعزوجل سے دعا کی ہے کہ  
کار باندائی میں کہاں ہیں ساتھ دیکھتے ہیں اور ان کی زبان کی سلاست اور سلاست ان کے  
معاصرین کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتی ہے لیکن میں نے حضرت رضا قدس سرہ سے  
بہاں نصرت گوئی سلاست زبان اور اس کی ششلی کے لئے ان کے معاصرین کی نصرت  
شاعری کو پیش کیا ہے جیسا کہ کبھی جگہ عزم کروں گا جوں عشق شاعرانہ میں وہاں  
لئے رد و مدوحین ہیں اور اسکے آداب مستند ہیں ایسے ہی مضمون کو چاہیں زبان کی  
بیان کی ندرت اور انداز بیان کے لیے لکھتے ہیں کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں لیکن نصرت میں  
شاعر کو بڑی ہوشیاری اور حدود آداب کے اندر رہتے ہوئے قدم اٹھانا پڑتا ہے۔

جس زبان اور بیان پر توجہ عاید ہو جائے حقیقتاً شاعر کی زبان اور کمال کا شاعر  
وقت کی کچھ انداز کیا جاسکتا ہے۔ درم خیال کے گھڑتے ڈھانے کی جہان مام احوال ہے جو  
اور کس کے عزان گیر ہوئے کچھ شہرہ جو اس وقت ششلی کی جولا نیاں ہو کچھ رنگ و لاف  
وہ منظور ہے، نصرت شریف کا میدان ایسا میدان نہیں وہ بہت مقدس پاکیزہ، بلند  
اور مستحقوں کی رنگ آمیزیوں سے متبرک اثر کی تہوں کی آئینہ نشانیوں سے گھرا ہوا آئینہ اور  
ان اعلیٰ بیرون ہے جہاں

ہزار بار مشویم و ہمن لاشک و گلایہ

سوز نام تو گفتن کمال ہے دہلی سے

ایسی تنگنائے بیان شاعرانہ کے ہر ہر اور آواز ان کے قصہ سب سے پیش کرنا واقعی

کہا ہے۔ ابھی تک نہیں ہے۔ اب حضرت رشتہ کے معاشرین کی شاعری سے ان کی نسبت  
کے جوئے پیش کرتا ہوں تاکہ آپ اندازہ کر سکیں کہ غنیمت شاعر تھا میں ان کی زبان کا جو  
رونگ اور معانی آدھ نکلا رہا تھا اس مقدس مریخوں کے پہلوؤں کو پیش کرتے ہیں بھی  
ابن زبہ  
میں سب سے پہلے اخیر مینا کی نسبت شاعری کا قیود پیش کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں وہ  
پہاں تک اپنی سہ زبان کی خصوصیات کو برقرار رکھ سکے ہیں۔

فرمانے کے	حسرت آتی ہے پہ پہچانیں رہا ہوا ہوں
چپ رہنے کا سارا کوئی پایا ہوا ہوں	شوق کھینچنے لے گیا ہوں کیا ہوا ہوں
دو قدم بھی نہیں چھنے کی بڑا تر ہو میں	عذر اسے شوق کہ مجھے میں رہا ہوا ہوں
خانے والے پہلے جاتے ہیں آگے آگے	سب میں شامل ہوں مگر سب سے پہلے ہوا ہوں
گورانی دھڑکتے ہیں آواز دہرا	محزون ہوا ہوا غرض کہ ہوا ہوا ہوں
اس کے سامنے دالنے والوں کو	

میں یہاں آواز دہرا کی طرہ سے کہنا نہیں چاہتا بلکہ میں نے ہم نوازی کے سیر پر فیصلہ  
کروں گا کہ زبان کی لغت و سلاست لغت شریعت میں کس منزل سے کس منزل پر گئی ہو  
دیکھئے اب جناب اکبر الہ آبادی کی زبان میں لغت ملاحظہ فرمائیے۔  
فرماتے ہیں۔

یہ جملہ حق سبحان اللہ یہ فوراً دیت کیا کہنا  
جبر لیگم ان کے ہیں شیدائے شان نبوت کیا کہنا

وہ کہہ کر غلت نور مولیٰ وہ بھول رہی ہے مولیٰ  
یہ نور ہوا ہے سچاں اللہ یہ سچاں سعادت کیا کہنا

جس دل میں ہے یہ نور کی اور غرض میں ہی ہوا ہے  
جس سینے میں قرآن اترتا ہے اس سینے کی سعادت کیا کہنا

تسبیح سے دینا کوئی آجھی تکبیر کا ظل شاعر کی  
تاثر عبادت تسبیح علی یہ جو میں عبارت کیا کہنا

اب مولانا حالی کی شاعری سے تعقید کلام کا نمونہ پیش کرتا ہوں۔ میں یہاں مسدس  
حالی سے قصداً اقتباس پیش نہیں کرتا ہوں اور اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میں نے یہاں ایک  
توساخت کے اعتبار سے ایک کلام "قد و جزا سلام" میں مسدس حالی، مسدس سے پسین  
مقابلے میں مسدس کے بند پیش کرنا چاہتا تھا سب نہیں دوہرے مسدس کا موضوع تاریخی  
عروج و زوال امت ہے، صرف اس کا ابتداء لغت پر مشتمل ہے اس لئے میں نے حالی  
کے کلام سے تعقید غزل ہی انتخاب کی ہے تاکہ موضوع اور ساخت کا فرق بالی حد سے  
ملاحظہ کیجئے فرماتے ہیں۔

ہے جس مدحیہ سلطان و دو جہاں کے لئے  
سکن زباں کے لئے اور لیاں ویاں کے لئے



وہ شافعی ہیں کہ روایت جیسے جی جہنم میں  
 عداوت اس کی عذاب الیم جاں کے لئے  
 وہ پھول جس سے بول سہی باغیاں مشکور  
 کیا نہ آمدورفت چمن، خزان کے لئے  
 حرم و صوم میں دوست نہ کام و بد میں نکت  
 حقیقت شہب عریان کے بیاں کے لئے  
 لہذا اس کا مورد قرآن و بیضا جبریل  
 در اس کا کلمہ مقصود اس وجہ کے لئے  
 حریف نسبت بہر نہیں سخن حاکم  
 کہاں سے لایئے اعجاز اس بیاں کے لئے

حضرت مفتی کے مشہور مذاہن معاصرین میں حضرت دارغ کا فقیہ کلام میں کہاں  
 سے پیش کر دیں کہ وہ اس کو چھپے کہ وہ نہ دیکھے۔ اگرچہ پیش کر وہ غریبوں سے حضرت  
 اکبرؒ کے آداب کی مولانا خانی اور انیسویں صدی کی فقیہ شاعری کا جائزہ نہیں لیتے ہوتا لیکن  
 یہ اندازہ ضرور پڑ جاتا ہے کہ نسبت کوئی تمدن کی زبان و بیان، شہسنگی اور سلاست  
 کا کیا انتہا ہے۔ اب ذرا حضرت مفتی کا کام میں زبان کا رنگ، ملاحظہ ہو آپ خود کسی قیو  
 د کا جائزہ لیں۔

حضرت رقا قدس نے اس مسئلہ میں اپنے ماحول کی بھرپور تردید کرتے ہوئے  
 کہ نسبت شریف جیسے مشکل و ارفع موضوع کے تحت سادہ زبان کا بیکار قرار دینا بہت مشکل ہے  
 اس لئے کہ نسبت شریف و رفیع مضمون اور شکوہ الفاظ کی عذاب ہے اور سادہ زبان بہت  
 مضمون اور شکوہ الفاظ کا ساتھ نہیں دے سکتی لیکن غائر رقا کا گمان غلط ہو کہ انھوں نے  
 نسبت معطفوی سے لے کر اللہ علیہ السلام میں زبان کے تقاضوں کو بھی بھرا لیا اور نسبت سیمون  
 پاکیزگی حقیقی اور مضمون آفرینی کو ہر قسم کے نوٹ سے محفوظ رکھا۔

جواب رقا قدس نے سب سے پہلے شاعری کا آغاز کیا تو ہر طرف متفقہ شاعری کا شور مچا  
 تھا اور نظروں کا غلطہ ہر سمت گونج رہا تھا، اولیٰ جمالیس اور مضمون میں کانوں میں نظر کے  
 تقاضا ہی پہنچتے تھے، مومن ایک فقیہ تصدیق سے آگے نہ بڑھ سکے جس کا مطلب ہے کہ

زبان لال کہاں اور مدح خارج فرماؤں

گر اسے خاک پر کیسا اعلیٰ افسر کا کوس

غالب فارسی زبان میں یہ کچھ فراموش ہو گئے تھے

غالب شاعر خواجہ بدایوں کا گدا شہنشاہ

کاس ذات پاک مرتبہ دوان محمد قاسم

البتہ امیر تہائی، حضرت شہید بن ابی طالب عیسیٰ کا کوڑی نے نسبت معطفوی سے لے کر اللہ علیہ السلام کے  
 مقدس لغات اس آفرین سے رہی ایسی فصاحتیں سننے کے لئے اور انعامات اخروی سے اپنے دامن  
 کو مالال کیا۔ حضرت رقا بریلوی نے کمالی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی واپادہ محبت اور  
 عشق معطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبات سے مرثیہ اور شہسنگی زبان و بیان اور رنگ و بو  
 شایا بھر لی کے ایسے مقام کی تلاش میں رہی جو بلند سے بلند تر ہو اور بوجہ سحر و عام علی اللہ

خبر معلوم ہے کہ کائنات بولنے کے لیے گوشت سے پروردگار نے جس طرح بھروسہ کیا، نام کے سلسلہ میں اس  
ذات و صفات کے حصہ بھی نبوت پر ڈال رکھے ہیں۔ حضرت رکنائے بیرونی نے ان پاکیزہ لغات  
حسب معصومیت سے اللہ جل جلالہ کو اس بلند بھی سے چھڑا کر تمام برصغیر کو گنج افشا  
یاں کو شہر حضرت رکنائے قدس سرہ کی فتحی شاعری کی زبان کے بارے میں عرض کر رہا تھا  
کہ جب یہ معصوم نوزبان کی یہ عقلی سترائی اور سادگی رکھی اس کی دہشتاکی کی بدولت دیر نہیں  
آئی بلکہ حضرت کے تجرعلی سے خود بھی شاعری و لوزم شاعری فصاحت و بلاغت، معانی و بیان اور  
عقائد کے تمام محاسن کے راز ان پر کھول دئے تھے اور جب انھوں نے اس فن کو اپنا کیا اور لغت  
معصومیت سے اللہ جل جلالہ کو پاکیزہ و زکریف لغات چھڑائے تھے تو زبان کی جو عام روش اور عام  
فہم تھا ان کی توجہ الی کی اور ان کو بتایا۔ آئندہ صفحات میں ایسے اشعار جناب رکنائے قدس سرہ کی طرف  
پیش کیے گئے ہیں جو زبان کی سادگی اور سادگی اور دہشتاکی کی لطافت سے بھر پور ہیں۔  
حضرت کے کام کا بیشتر حصہ ہی سہاست بیان اور لطافت زبان کا آئینہ دار ہے یہ دو برتری باقی  
ہے کہ جہاں کمال نبوت، فصاحت، نبوت اور مقام نبوت معصومیت سے اللہ جل جلالہ کو علم کا اظہار فرما  
پائی تو وہاں کمال لغت، خیالی کی بلندگی، شکوہ الفاظ، قرأت پاک و حدیث شریف سے موضوع کا  
استعمال، انسانی مزاج پر کچھ جانتی ہیں جہاں زبان کی سادگی اور سہاست بھر پور ہے وہ جہاں ہے جب  
حسب بلند اور رفیع مقامات پر موزونیت کا اس پاکیزہ بین کر ملوہ کر موزے ہیں تو کلام بلاغت کے پختہ  
پاکیزہ جانتے۔ حضرت رکنائے قدس سرہ کے قریب قرآن اشراق کی شاعری پر ان کے تحت عنوان میں نے متعدد ایسے  
اشعار پیش کیے ہیں جو سب سے اعلیٰ و اعلیٰ ہیں۔ آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ زبان کا چھڑا  
زبان کی سہاست اور زبان کی دلی، محاوروں کا استعمال ان بلند پایہ اشعار کا ساتھ نہیں دے رہا  
ہے اس کے معنی میں کہ جناب رکنائے قدس سرہ کو زبان و بیان پر کامل عبور نہیں تھا ان کے سادگی

علم کے مقابل اور زبان اور اس کی سہاست کی انہی میں سے تھی۔ وہ جہاں جانتے سہاست لغت  
کے دریا بہا دیتے تھے جہاں جانتے کثیر و استعارہ سے کام لیتے۔ جب جانتے شعر کو ملتا ہے تو  
کے کلیتوں سے مینا فرماتے، زبان اور زبان کے ہیں مانگے میں جانتے شعر کو ملتا ہے۔

حضرت رکنائے قدس سرہ کی فکر، ماحول اللہ میں چاہتی تھی کہ حضرت معصومیت سے اللہ جل جلالہ کو  
فراموشی کوئی نہ ہو بلکہ کبھی ہر معصوم اور ہر موزونہ اپنی طرف سے اپنی لغت کے کچھ حصے کے  
اعتبار سے الفاظ چاہتا ہے اور جناب رکنائے قدس سرہ جانتے کہ ان کا کچھ کچھ ہوں نہ کہ معصومیت  
سے اللہ جل جلالہ کو کبھی کبھی اس کا انتہام رکھا ہے، ان کو زبان و بیان پر کچھ کچھ دیکھتے  
حاصل تھی، لیکن "باجملہ صلی اللہ علیہ وسلم" جو شاعر کے مصداق ان کو اس کا ہر قدم پر ہر قدم پر ہر قدم  
اور زبان کی سادگی اور سہاست کو لغت شریف میں لے آئے جلیب کے رفیع و رفیع معصوم  
سے ہم آہنگ نہیں پاتے تھے تو اس وقت ان کو قطعاً اس امر میں شک نہ ہو تھا کہ لفظ الفاظ  
فارسی ترکیب اور استدلال کے وقت صنعت اقتباس و عجز سے کام لیں یا تشریح و استعارہ کے  
حمیل لیا جائے اس میں معصوم کو آراستہ کرنا، اور جہاں جہاں جناب رکنائے قدس سرہ نے سہاست  
زبان و بیان کو ملحوظ رکھا ہے وہاں زبان کی سادگی اور والی الفاظ کا درجہ نبوت کی جہاں  
بتائی ہے کہ ایک زبان والی اپنی زبان کی جہاں رکھا ہے۔

حضرت رکنائے قدس سرہ کا مجموعہ کلام "صدائے کشتی" اور "صدائے کشتی" سے اس مجموعہ کی پہلی جہاں  
جس کا عنوان "اصل اول و لغت معصومیت سے اللہ جل جلالہ کو سب سے چنداں شاعر کی گرد آلود  
زبان کا لطفت دیکھتے ہیں نے زبان اور دہشتاکی کے سطح پر حضرت رکنائے قدس سرہ کے سادگی کے  
کلام کے بطور مثال بہت سے اشعار پیش کیے ہیں۔ آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ اشعار میں کچھ  
تغزل میں زبان کا لفظ پید کرنا و شاعر نہیں کہ لفظ کو کچھ لفظ سے کسی اشعار کی ضرورت ہے اور

مکمل قیصر کی ہے اول تو ان حضرات کے یہاں فتنہ بہت کم ہے سوائے شیخی امیر احمد علی مرزا کے لیکن جب وہ فتنہ نگاری کرتے ہیں تو ان کی زبان کا یہ رنگ کا کم نہیں رہتا، ساوکی رخصت ہو کر سے خدائیں ان کے ساتھ نعت گوئی ایک بنا سیتھی جاتی ہے یہاں افسانہ کے ساتھ ساتھ ہر زبان کی موزونیت ہوئی ہے ہر علمی زبان کے ساتھ نعت کا مضمون پیدا کر سکتا ہے۔

حضرت عطاء اللہ صاحب کے ترجمہ نے زبان کا اعظم رقرار رکھتے ہوئے جو علمی آفرین کی ہے بالکل نئے کر فتنہ کی طبع و سلسلہ جند سے جند مضمون کو جس طرح زبان کے ساتھ میں ڈھالا ہے اور ان کا کلام ہے، حضرت کی یہ مکمل غزل ملاحظہ کیجئے اور دیکھئے کہ زبان کے کیسے کیسے جو ہر دلوں سے یاد اور گیت کیسے بلند مضمون کو چند الفاظ میں بیان کر دیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ نعت آپ کا حصہ تھا۔

فرماتے ہیں :-

ہاتھ سے فیض سا فریاد  
نہ جاتا ہے یہاں نہ خیر  
مکان چکان ہولی جاتی ہے  
یاد مانگے نہیں ملتی ناز  
روشنی کی ہیں عادت اور گھر  
اس ناز و عجب کو کر کے بھولیں  
سخت دلہانے کا نہیں اور گھر  
اے کوئی عجب آئے تو آئے وہ  
انگریز کی ہے تو اہل دیں

لوچ تیار ہے کیا ہونا ہے  
راہ دشوار ہے کیا ہونا ہے  
بارسا بار ہے کیا ہونا ہے  
زور ہے دھماکے کیا ہونا ہے  
تیرا دتا ہے کیا ہونا ہے  
شہر زنار ہے کیا ہونا ہے  
عام دھار ہے کیا ہونا ہے  
وہ کوئی داس ہے کیا ہونا ہے  
ننگے نکار ہے کیا ہونا ہے

دل میں تم سے لگا ہوا نہ تھا  
اب سہرا ہے کیا ہونا ہے  
طوالت کے باعث پوری غزل پیش نہیں کر رہا ہوں بلکہ غزل کو لے کر دیکھئے ہر شعر کی تکیہ کیا گیت ہے۔

فرش داس تری حرکت کا ملک کیا جائیں  
اکس میں کیا میرے غصاں کی حقیقت کیا  
تیرے فکر وں پہلے فکر کی ٹھوکر بڑاں  
تو چوچاہے تو انجمن میں مے دے دے و صلیہ

خسرو اوشی یہ مڑتا ہے پھر کیا تیرا  
نہج سے سولہ کوکان سے اشارہ تیرا  
جہ گمان کھائیں کہ مہم کے منت تیرا  
کہ خدا دل نہیں کتا بھی مینا تیرا

حضرت غوث الاعظم رحمی اللہ عنہ کی منقبت میں فرماتے ہیں :-

آلماں : قبر ہے لے غوث وہ تھکا تیرا  
بادلوں سے کہیں نہ گئی ہے کوئی بھلی

مہر کے بھی چین سے سوتا نہیں مدام تیرا  
ڈھالیں چھٹائی میں لٹا کر دھو جاتا تیرا

زبان کا لطف اور بیباکی ملاحظہ ہو :-

نہم ہو گئے بیشمار آقا  
نہو اجاتا ہے کھیل میرا  
بہبود ہیں ہم تو فکر کیا ہے  
گردا گرد ہیں ہر گھنٹی کے

بندہ تیرے ستار آقا  
آقا آقا اسوار آقا  
نہم کو توجہ اختیار آقا  
ڈوبنا ڈوبنا ستار آقا

سے نور و آفتاب کا مقام ہو  
لہذا یہ مقام ہو جیسا جانتے گا  
اسے دیکھ کر کام کا اہل جانتے ہے  
اس کو بھی آرام ہو جیسا جانتے گا

پانی رحمت کی جگہ سے بہتا ہے  
جہاں سے پانی بہتا ہے وہاں سے  
پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے  
پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے

وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے  
وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے  
وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے  
وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے

ہوئے وہ آج کچھ مراد  
وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے

سچا ہے اس کا حال جہاں سے پانی بہتا ہے  
وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے

وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے  
وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے

وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے  
وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے

وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے  
وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے  
وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے  
وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے

وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے  
وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے  
وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے  
وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے

وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے  
وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے

وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے  
وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے

وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے  
وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے

وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے  
وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے  
وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے  
وہاں سے پانی بہتا ہے جہاں سے پانی بہتا ہے



زبان کے لطف کے ساتھ ساتھ خست نبی سے اللہ تعالیٰ میں خوشی بیان تو علامہ کیجئے۔  
 غور فرمائیے کہ اس خوشی بیان میں اتمام یہ ہے کہ دامن اب ہاتھ سے کہیں نہیں چھوشتا۔  
 فرماتے ہیں۔

دل کو ان سے خدا جدا کرے  
 ہیکسی لوٹ لے خدا کرے  
 دل کہاں لے چلا خرم سے لے لے  
 اسے تیرا بڑا خدا کرے  
 صحیح اللہ سبحانہ الشہاد کیا قدرت بیان ہے اور کیا اعتماد فکر  
 یہ وہی ہیں کہ بخش دیتے ہیں  
 کون ان جرموں پر سزا کرے  
 صنعت مانا، مگر یہ ظالموں  
 ان کے رستے میں تو خدا کرے

نفس کی ہری کا عنوان قرار دے کر حضرت صفائے برفوں کی ہے وہ سادگی و بیکاری اور زبان کے  
 لطف سے مالا مال ہے، چھوٹی بھرتے جو سطرین کا کام صاف زبان کا لطف دیکھئے،

اللہ اللہ کے نبی سے،  
 شب لہو سونے ہی سے خوشی  
 ایمان پر موت بہتر اور نفس  
 تھوڑے تھوڑا شفا میں سے ہے  
 آئی نہ تھی جیب بدی کی جھک  
 فریاد ہے نفس کی بدی سے  
 تاروں نے ہزار دانت دیے  
 میری ناپاک زندگی سے  
 ایسے نہ بے کسی کی سے  
 ہم جانتے ہیں تجھے جیسا ہے

مضمون آفرینی کے ساتھ ساتھ زبان کا لطف دیکھئے، مولا مودودی مضمون کے ساتھ زبان کا  
 لطف ملاحظہ ہو جہاں کہیں حضرت صاحب قدس سرہ تیار مضمون بھی پیدا کرتے ہیں اور زبان

کا لطف بھی کمال رہتا ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

مردے کے حلقے خدا کو دے  
 خرم کی زمین اور قدم رکھ سکے  
 آب آبی شفا کے ساتھ بکری  
 رہنا نفس دشمن ہے وہیں سدا  
 غریبوں انہی کے خیرات دے  
 اب دنیا موقوف ہے اچھلے دانت  
 خدا جس سے میرے گمراہے دانت  
 کہاں تم سے کہیں جس جگہ دانت

پیر نہ کروٹ لی مدینہ کی طرف  
 شمس تیرا سادہ چھاند شفا  
 لب میرا اب کا صدقہ باقی  
 ہو گیا ادھک سے میرا  
 اسے چلی جھٹکے چھانے دے  
 کہتے ہیں اگلے زمانے دانت  
 اسے شل وار کی بھٹک دانت  
 ہاتھ دھست کی سناہ دانت

نامیو اتمام لورا اسوں کا  
 ابرو دھت کے سلاقی دینا  
 دیکھو اور علموں اپنے کو بچھا  
 اس پر جلوہ گر جانا ہے  
 وہ نہیں ہاتھ جھٹکے دانت  
 بھٹکے تیرا دانت لپٹنے دانت  
 پھوٹ بچتے ہیں تپتے دانت  
 کہا اب گمراہے دانت

ہاتھ بگڑی تو کہاں اگر آؤ  
 ہاں کو رحم آئے تو آئے وار  
 سنا تھوڑا لور سے اس جگہ  
 میں لحد مبارک کہا ہوتا ہے  
 اور کڑی مارت کہا ہوتا ہے  
 کہ کوئی اسے کہا ہوتا ہے

صدق میرا ہے کہ جہاں کرے لے میرے ستا  
بخش ہے بوجھ، امانے کا لہنا کیا ہے  
نادر ان کا میں لے لے دو میرے شاخ  
آئی نسبت مجھے کیا کم ہے تو مجھ کا کیا ہے

### نیاں کی سلاست و میاں سنگی

فرمان کی طویل غزل یا قول حضرت رقتا قصیدہ لوری کو ملاحظہ فرمائیے انصاف شرط  
ہے۔ زبان کی یہ سلاست یہ میاں سنگی اور یہ مٹھاس آپ نے کہیں ملاحظہ فرمائی اور مزید برآں  
مٹھاس کی یہ رخت ہر اعتبار سے کاہلی دوا کی بلکہ داور کے سقنی ہے، سادگی، بندشوں کی پستی،  
الفاظ کا رد و بست اور ان کی میاں سنگی اور لطف ہے کہ مرثیہ ایک موصوعہ یعنی "مدیرہ طلیحہ کی  
جگہ اور سرب کا نہایت صلی الشہر علیہ السلام کا مبارک لور" عشقہ غزل نہیں کہ جس کا ہر شعر مدعا گذر  
مضمون کا حاصل یہ ہے کہ اور شے سے مضمون کی ادائیگی کے لئے زبان کو طرہ دادا کے بہت سے  
رُخ میاں ہے۔ یہ صورت رختا قصیدہ کا لہنا لہنا ہے کہ ایک موصوعہ کے تحت ایسے  
بے مثال اشعار دو بھی دوچار نہیں بلکہ بہت سے پیش کئے ہیں مضمون آفرینی کے جوہر بھی دکھائی  
دیں اور زبان کی انہمازی، ملاحظہ کیے

فرمانے میں ہے۔

سنگی طبع سے ابوی بناب پڑا لور کا  
حدتہ لینے لور کا آیا ہے تارا لور کا  
بات طبع سے کہا نا پھولی پولا لور کا  
نسبت لور کا لہنا لہنا ہے حق پور لور کا

تسے سے ہی ناکھنے روا ہے جان پور کا  
اکت جاکا لور کا اچھلاستارا لور کا

میں گدا تو یاد دہ اعوجہ ہے پیا لور کا  
لور دن دو لہنا لہنا ہے لہنا لہنا لور کا

پشت پر دھولکا سرا آتورے شکر لور کا  
دیکھیں مونی حشر سے پیا لور کا

میل کے کس دیکھ لہنا ہے دو پیا لور کا  
سے گے میں آجک لہنا لہنا لور کا

تو ہے سایہ لور کا، ہر عضو لہنا لور کا  
سایہ کا سایہ شہر ہے سایہ لور کا

کیا کیا نام خدا، اس کی کا دھوا لور کا  
سرب سایہ لور کا لہنا لہنا لور کا

دھوبت لور میں جوتی ہیں جوتی تار لور کا  
لور دن دو لہنا لہنا ہے لہنا لہنا لور کا

جگا کر دی لور کی کیا لہنا لہنا لور کا  
شام لہنا لہنا ہے لہنا لہنا لور کا

جو گدا دیکھوئے جاتا ہے تو لہنا لور کا  
لور کی سرکار ہے لہنا لہنا لور کا

نہایت سرکار سے لہنا لہنا لور کا  
وہ تو لہنا لہنا ہے لہنا لہنا لور کا

اجسے والے ہیں لہنا لہنا لور کا  
جان پور لہنا لہنا ہے لہنا لہنا لور کا

تیری نعل پاک میں ہے کچھ نور کا تو ہے عین نور میں اس گہرا تا نور کا

آپ نے خدمت تمہیں ارفع معانی اور معنوں آفرینی ملاحظہ فرمائی (الستراش معانی کی رفعت اور بلند کی کا یہ عالم اور زبان کی سادگی اور سلاست کا یہ کیفیت، کیا تعریف کی جائے گا یہ ہے کہ بڑے بڑے زبان دان حضرات اس قصیدے پر حید کرتے ہیں اور زبان کے اس شاندار پر بیستہ آفرینی کہہ سکتے ہیں۔ آپ نے یہ اندازہ کر لیا ہو گا کہ زبان ہی پر نہیں بلکہ بیان پر بھی جناب رفیع قدس سرہ کو کتنی قدرت تھی، ایک ہی نور کو ساتھ انوارت بیان کیا ہے اور ہر شعر کا بعد گانہ لطف ہے اور زبان کشی پر کہتے ہیں جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں زبان کا یہ نکھار اور بیان کے یہ نور کی ایک عجز یا نظم سے لائق نہیں ہیں بلکہ حضرت رفیع کے تمام کلام میں یہ نکھار موجود ہے، مصلحت و سلام کا قانون رفعت معانی کا متقاضی ہے اور اس میں معنوں آفرینی کی بہت کچھ لکھی ہے لیکن جناب رفیع کے اس حقیر و سلام میں جہاں معنوں آفرینی کی ہے وہاں زبان کا لطف بھی لائق توجہ ہے۔

فرماتے ہیں۔

اور کوئی غیب کیا تم سے جہاں ہو بھلا  
جب خدا ہی چھپا، تم پہ گوروں دُرود

دل کو لطف لیا ہوا، وہ کف پائند سا  
سینے پہ رکھ دو خدا، تم پہ گوروں دُرود

یا تہ نہ در کے کہیں، گھاٹ دگر کے کہیں  
ایسے نہیں پالست، تم پہ گوروں دُرود

ہے خروید حقیر کہیں کو ہوتے ہیں مسرور  
ایک جہاں سے ہوا، تم پہ گوروں دُرود

اپنے خطا واروں کو اپنے ہی دامن میں لو،  
کون کرے یہ مسئلہ، تم پہ گوروں دُرود

ایک دوسرے سلام میں فرماتے ہیں۔

بھڑے سیکس کی دولت پہ اکھوں سلام  
بھڑے بے بیس کی ثروت پہ اکھوں سلام

ہم غریبوں کے آگاہ پہ خد دُرود  
ہم فقیروں کی ثروت پہ اکھوں سلام

میں طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا  
اس نگاہ و عنایت پہ اکھوں سلام

میں سے تاریک دل ہو گئے تھے  
اس چمک والی رنگت پہ اکھوں سلام

میں کے گھٹے سے بچے ہوئے نور کے  
اُن ستاروں کی نوریت پہ اکھوں سلام





کیے آکاؤں کا بندہ ہوں رہا  
یہاں ہائے بڑی سہراؤں کے

اعراض اس وصف خاص میں کہ شمس شمال میں پیش آکر اور بحر اوقیانوس میں غرق کرنا کافی ہے کہ زبان  
کی سادگی اور اس کے نظار میں قیام و معائنہ جو بڑی کاری قسمت نبوی رحمت اللہ علیہ وسلم کے عہد و ان  
میں دکھائی ہے وہ آپ اپنی نظیر ہے، ملکہ بدایا اشعار است آپ بہ آسانی الفاظ کر سکتے ہیں کہ حضرت  
مقام قدس سرہ کو نہایت کس قدرت حاصل تھی اور اصول نے قسمت نبوی رحمت اللہ علیہ وسلم کو  
زبان کے لطافت کے ساتھ کسی حد تک انداز میں پیش کیا ہے، بلند سے بلند معنوں نظم کرتے ہیں لیکن زبان  
کی سادگی پر کسی حد تک آگاہی ملادہ از بعد از غول کی ہستی اور ان کا درجہ بہت بھی قابلِ داد ہے۔



# مضمون آفرینی

ملاست زبان اور طرز بیان کے سلسلہ میں اب تک کافی اشعار پیش کر چکے ہیں جس سے جس  
قدرا اشعار اس عنوان کے تحت پیش کئے ہیں ان اشعار میں اس خصوصیت کے علاوہ اور بھی خصوصیات  
موجود تھیں لیکن عنوان کی تفصیص کے باعث میں ان کو بیان نہ کر سکا، حقیقت یہ ہے کہ طرز اور اشعار  
طریق اور پاکیزگی معنوں آفرینی کی بدولت پیدا ہوتا ہے اور حضرت رفقا قدس سرہ کے یہاں معنوں آفرینی  
کی گہری بھیگی محسوس نہیں ہوتی، لیکن معنی آفرینی کا موجد بہت دشوار گزار ہے اول تو فکر و مبالغہ کے  
سہارے کے بغیر معنی آفرینی اور قدرت معنوں پیدا کرنا بہت دشوار ہے لیکن نسبت سبطی علیہ السلام  
میں بھلا اس کی کہاں گنجائش اور اس کا کہاں گزر دو سطر معنوں آفرینی اور قدرت معنوں کے باعث اکثر و  
بیشتر سادگی، سلاست زبان و بیان سے ہاتھ دھو کر رہتے ہیں۔

غالب و موثر معنی آفرینی میں جواب ہمیں رکھتے تھے لیکن ان دونوں حضرات کے اکثر اشعار  
اس معنی آفرینی اور قدرت طرازی کے باعث غیر العلیہم اور تشریح طلب بن کر رہ گئے ہیں، زبان کا لطافت  
اور بیان کی سلاست بھی ان اشعار سے اسی حد تک پسند کی اور معنوں آفرینی کی بدولت ہاتھ سے جاتی رہی ہے  
چنانچہ مومن جن کا تغزل نگاری میں بلند مقام ہے جب قدرت پسندی اور معنوں آفرینی کی طوٹ آتے  
ہیں تو کلام میں پیرا پیرا لفظی نہیں رہتا بلکہ سلاست بیان و زبان کا لطافت باقی رہتا ہے مومن کے اشعار  
پر نظر ڈالنے جو میرے (دعویٰ کے شاہد ہیں)۔

دھن جب خاک میں ہم سوختہ رہاں ہوئے  
تاپ نظارہ نہیں آئینہ کیا و بجئے دوس

فلس ایک کے غم شمع پشت نہ ہوئے  
اور تپا نہیں گئے وہ تصویر جہاں ہوئے

اور ان آفرینیوں کے ہر افعال دیکھئے، مضمون آفرینی کی کو پیش اور جدت پسندی کی فکر ہے  
 قابلِ ملاحظہ ہے ان میں وہاں کا اسلوب بھی عجیب ہے اور سلیس بیان بھی۔

ہو کہ اندازِ حدیث و عرفان ہوئے  
 نیم بسمل کی ہوں گے کئی پہچان ہو گئے  
 تو کہاں کہاں گئے کہاں نہ ہو گئے  
 ہم کل خوابِ عدم میں شہم ہوں گئے  
 ایسا کہ جس سے اپنے پیش کی گئی  
 ایک وہ ہیں کہ جن میں چاہے کہاں ہو گئے  
 تو ساری کئی عشق کی بات لکھا ہوئی  
 آخری وقت میں کیا خاکِ مسلمان ہو گئے

ان کی مضمون آفرینی کے یہ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

تا نگاہِ عشق زلزلہ کی ناکا ہو گئے  
 دیکھو گویا تیری کبھی کا سیلاب تھا  
 ہو گئے نہ محرابِ حجاب کے عشق  
 جدول میں شعلہ تھا وہی آتشِ آفتاب تھا

اور اسی گونہ انہیں ہوتا  
 رگ و راحت فرا نہیں ہوتا  
 دگر احوال سے ہوا معلوم  
 حروب و صلح برائے ہوتا

یہ تو محبت کی موتی کی مانند دیکھئے۔

تم جیسے کہی ہوئے نہ ہوئے  
 اور دنیا میں کیا تمہیں ہوتا  
 تم جیسے کہی ہوئے نہ ہوئے  
 جب کوئی دوسرا تمہیں ہوتا

اب اس کے علاوہ فرمایا اسلوبِ ان کی آفرینی سے واضح ہو جاتی ہے اور مضمون آفرینی سلیسیت

زبان : بیان کی دشمنی ہے، میں نے موتی کے دو توں میں ان اشعار میں گرا ہے یہاں بھی  
 کیفیت اور اندازِ مزملِ غالب کے یہاں ہے، غالب کی مضمون آفرینی نے موتی کے یہاں وہاں  
 بیان کو اچھا دیا ہے، ذیل کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

### غالب کی مضمون آفرینی

مناشاے گلشن، فناے حیران  
 ہمارا آفرینا، التیگارِ حیران  
 نہ دوق کریمیاں نہ ہر آکاں  
 بگی آفریناے گلِ طاریحِ حیران

مضمون آفرینی اور جدت پسندی کے ساتھ ذرا مزمل کا رنگ ملاحظہ فرمائیے۔

ہے تصور میں نہاں سراپا صد گشتاں  
 کار زانوئے لکھ کو پیشِ آفرین  
 زہر مٹی ہائے محفل جو شہرِ شہوات ہے  
 بیگ نہ حرفِ چاکِ بدوۃِ فالوس میں

شاہدِ حق مطلق کی کمرے عالم  
 لوگ کہتے ہیں کہ ہے پرہیزِ مظلوم  
 حسرت لے دوقِ خالی کہ وہ واقعہ کیا  
 عشق پر غریدہ کی گونہ تو ہر گونہ میں

قیدِ رستی سے ہوا معلوم  
 اٹک کو بے سرو پا باندھتے ہیں  
 نشہ رنگ سے ہے واضح گل  
 مست کہ بہت قبا باندھتے ہیں

تجربہ ہے زخم کوئی کچھ کے دگر میرے نہیں  
 ہوا ہے تارِ انگِ اس رشتِ عشقِ سوزن میں

ہوئی ہے مایع زوئی تراش قاتل زورانی  
دوبست نما زید لو کا دل ہائے مژگن ہے ہوں

ان اشعار کے مقابل میں غالب کے وہ اشعار دیکھئے جن میں کلام غالب کی دوسری خوبیاں  
چلو آ کر ہیں اور جنہوں نے غالب کو وہ مرتبہ عطا ہے کہ شاید کسی دوسرے اردو شاعر کی حصہ نہ سکا۔  
بیان و زبان کی سادگی، طرز ادا کا انوکھا پن، بندشوں کی چستی اور بلند خیالی، غالب کا دیوان  
خصوصیات سے بھر پور ہے۔ خصوصاً ان کے پہلے منتخب اشعار

پھر مجھے دیدہ تریا د آیا      دل بگڑتہ فریاد آیا  
زمین تھام نہ پاسے بنوں      پھر ترا وقت سفر یاد آیا  
سدا کیوں رہی گورتی تھی      کیوں ترا راہ گن یاد آیا  
گوئی تھی رسیانی ہے      دشت کو کوکھ کے گھر یاد آیا

ادب و سلیقہ کی ذرا ہوا،      میں نہ اچھا ہوا بُرا نہ ہوا  
جمع کرتے ہیں کیوں قیہوں کو      ایک تماشہ ہوا، بگلا نہ ہوا  
سے خبر گرم آنے کے کی      آج ہی گھر میں پورا نہ ہوا  
جان دی ہوئی ہوئی آن لگی      حق تو یہ ہے کہ آج اور نہ ہوا  
لیا وہ فرد کی شادی تھی      بندگی میں نہ اچھا نہ ہوا

اب اس امر کی مزید وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ محض آفرینی، زبان کی سلاست

اور جیسے غزل کا مشکل ہی سا قد و قدی ہے، اس طرح تشبیہ و استعارہ اور مبالغہ کا شہرہ آفاق  
آفرینی اور جدت طرازی دشوار ہے۔

حضرت شہید مرحوم کا یہ شعر برصغیر ہندو پاک میں آج بھی مقبول ہے، اس شعر میں محض آفرینی اور  
افتاد کا کار و دست یقیناً قابل ستائش ہے، فرماتے ہیں:-

جیتا ہے درختوں پر ترے روئے کے جا بیٹھے  
قفس جو وقت لٹوے طائر کو گویا مقید کا

لیکن جناب شہید مرحوم کے یہاں اس قبیل کے اشعار بہت کم ہیں، البتہ جناب محسن کا کور و گنگ  
یہاں یہ معنی آفرینی اور نازک خیالی بہت زیادہ ہے اور یہ آفرینا وستان گھنٹوں کا جوان کی شاعری  
پر پڑا۔ حضرت محسن کا کوروی کا قصیدہ لا میرا سمت کاٹھی سے چلا جانے پھر بادلوں اور قصیدہ مہر  
میں ان کی معنی آفرینی نے خوب خوب جوہر دکھائے ہیں اور ان کی نازک خیالی نے نوعیت مصطفوی  
صلی اللہ علیہ وسلم میں عجیب عجیب رنگ پیدا کئے ہیں:-

حضرت رفقاؤں سے ستر ملے اس رنگ میں گدا اپنی زبان دانی کے جوہر دکھاتے ہیں اور ان کے شعر  
نے معقول آفرینی کے ایسے ایسے حسین مرقع تیار کئے ہیں کہ لغتہ شاعری میں موجود بہترین شعر  
اور سرور کا ثبات ملے اللہ علیہ وسلم کی شان والا کے ایسے ایسے رُخ پیش کئے ہیں جن سے تشبیہ  
شاعری کے صفات خالص ادعاری تھے اور پھر کہ ان کا ہر معقول اور ہر مقام پر ان کی محض آفرینی و جدت  
کے تین مظاہر آفرینات کا اس سے کچھ تعلق نہیں جو معقول پیش کیا ہے وہ قرآن و حدیث سے ثابت  
اور اہل اہل و آستانہ مدلل ان کا ہر شعر سرت اسی ملے اللہ علیہ وسلم کے گویا کسی شہرت اور امتیاز کا  
کا آئینہ دار اور مقام نبوت کی اس سے تمکینی ہوئی ہے۔ اسی صورت میں زبان کا لطف، برقرار رکھنا  
بہت دشوار ہے اور پھر بیان کی جیسا غزل کا یہ عالم کہ آدھی آدھی ہے اور دکھانام نہیں۔

شیخ عطاء اللہ علیہ السلام نے ان تمام ارباب و جموع کے واسطے اپنی اعلیٰ سے اعلیٰ حد تک  
 اور بڑے جہد و کوشش سے ان کی اہمیت و عظمت و شان کا اعلان فرمایا ہے۔ یہ کتاب ہے کہ  
 میں تمام علماء و مشائخ و مجتہدین کی ہر طرف سے ان کی مدح و ثناء کروں گا کہ میں مقامات پر دست  
 یابی میں مدد کی گئی ہے۔ اس کتاب کی عبارتیں ہیں کہ یہ امر تو عارفانہ ہے لیکن اس کا اور اثر ان  
 قاریوں کا کہ ان کی آفریں کے اثر سے ان کی ہر ایک اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے  
 مقامات و شان کا ان پر کہ ان کی ہر ایک اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے  
 عقیدت کا جو صورت و مقام کو اس کتاب سے گئی اس حد تک کہ ان کی ہر ایک اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے  
 ولی اور پیغمبر آمد کی کیفیت ہے اور تمام انسان کی ہمت ہے اور اس واسطے کہ ان کے تمام شعرا میں  
 چنگیز بیدار ہوں اور ان کی ہر ایک اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے  
 ہمیں بلکہ متغیر ہیں شعرا میں بھی۔

یہ وصفت خاص فیضان تھا ہر روز عالم میں ان کی ہر ایک اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے  
 ہر وقت جناب و مقام کے ولی کو یہ قرار گئی تھی کہ ان کی ہر ایک اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے  
 اور ان کے ہر ایک اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے  
 خاص سے منظور۔  
 فرماتے ہیں۔

ہی ہے اس میں عالم ماوراء و مجاہد و عارف کا  
 بیان و حدیث میں درپا ہے عجب بکا و کثرت کا  
 در کئی کئی کے جو میں میں نے گشت میں جا باقی  
 چلتا پھر کہاں غنہ کوئی باقی رسالت کا

یہ کتاب ہے جس میں  
 کمال کے لوگوں کو  
 سکھاتا ہے کہ ان کی  
 اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے

صورت ان کے تمام اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے  
 پتا و نام و اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے  
 چلتا ہے کہ ان کے تمام اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے

روان کر دیں ان کے تمام اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے  
 ان کے تمام اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے  
 حضور ان کے تمام اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے  
 ہر ایک اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے  
 جو دنیا کے تمام اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے  
 ستم اگر حضور ہی ہے جس کے تمام اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے  
 تو میں نے ان کے تمام اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے  
 یہ تو ان کے تمام اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے

تاپ ہر آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ایک اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے



وہی کہہ دے کہ میں نے اس کو کھانا کھا دیا  
دیکھ کر وہ کہہ دے کہ میں نے اس کو کھانا کھا دیا

میں نے اس کو کھانا کھا دیا

میں نے اس کو کھانا کھا دیا

میں نے اس کو کھانا کھا دیا

میں نے اس کو کھانا کھا دیا

میں نے اس کو کھانا کھا دیا

میں نے اس کو کھانا کھا دیا

میں نے اس کو کھانا کھا دیا

میں نے اس کو کھانا کھا دیا

میں نے اس کو کھانا کھا دیا

میں نے اس کو کھانا کھا دیا

میں نے اس کو کھانا کھا دیا

میں نے اس کو کھانا کھا دیا

گر آنکھ ہوں تو ابر کی چشم پر تاب ہوں  
دل ہوں تو برق کا دل پر اضطراب ہوں  
خوشی مگر ہوں طاری ہے آشیانہ شہر  
دلکے پرینہ دیا گل کا جواب ہوں  
جست لہائے یہ غمخیز تو وہ بدو کہا گیا  
درد آ، میں آپ اپنی نظر کا جواب ہوں  
قالب کہہ کے پیر آفریں سے چلاں  
اسے شہسوار طیب میرا تیری رکاب ہوں  
حسرت میں خاک بول کا طیب کہ لے رہا  
چٹکا بوجھیم میرے وہ خون تاب ہوں

عزیز کا مشہور زمین بے غم کو دور سے دست دکھا کر یوں "میں اکثر تغزل نگار  
شعر سے ما بعد نے نگرین کی نگین غالب کے انداز کو ہلکے اس زمین میں تخت پاک کہتا کہ قدر  
مشکل ہے یہ عرف فائدہ رکھنا کا کہ ہے اور معنی آفرینی اس پر شاعر جس سے غالب کی غزل خالی ہے۔  
ملاحظہ کیجئے فرماتے ہیں۔

پوچھے کیا ہو غم میں پر یوں کے مصطفیٰ کہ یوں  
کیف کے پر جہاں یلین کوئی بتا سے کیا کہ یوں  
میں نے کہا کہ جلیوہ اصل میں کس طرح گئیں  
صحنے نور ہم ہیں جنت کے دکھا دیا کہ یوں  
تصویر دنی کے راز میں مقصی تو کہ ہیں ایسی ہیں  
دو جہ قدس سے پوچھے کہ تم نے بھی کتنا کہ یوں

غالب کی ان بول میں ایک اور غزل ہے جس کی زمیں ہے "جسکو بوجھان مول غم اس گل میں  
جائے گیوں" اس زمین میں صورت رکھانے بھی فکر نہ فرمائی ہے، ملاحظہ کیجئے۔

پادشہ کی قسم، عظمت جیش سے مستم  
خوب ہیں قید غم میں ہم کوئی ہیں چھوڑنا نہیں  
اس رعایت کے مقابل میں ذرا غالب کی غلویت ملاحظہ کرو۔

اصل حیات و سنہ نوم اصل سنہ و خون دل لیا  
موت سے پہلے آؤں غم سے قنات ہائے کیوں

اللہ اللہ حضرت رفقا قدس عزت کے قیوم کو کتنی طرفہ و عزت کب کب ادا کیطاعت حق  
پیدا رکے ہیں سبحان اللہ قلب قرنی تو جس تسلیل کے ساتھ ملاحظہ کیجئے۔

اُن کے چلاں کا اثر اول سے لگاتے سے سر  
جو کہ ہوٹ، فہرہ دانا جگر سنا سے کیوں  
نورب تکمیل اند معنی آفرینی قابل وار ہے۔

راہ ہی میں کیا کی فرشتہ جانشین دینا گی  
جادوہ قل ہے مگر نیرت دم بچھانے کیوں

شک و دھنور سے ہم کو خدا نہ صبر دے  
جانا ہے سر کوہ چلے دل کو قرار آئے کیوں

غالب نے تو اس بحر میں برفانی قافیہ درد لیت غزل دو غزلوں کیسے بیکے صورت میں اور  
پیش کر چکا ہوں لیکن بین رفقا قدس متروک معنی آفرینی سے برفانی قافیہ و قافیہ ایک تیسری  
غزل بھی اسی بحر میں آگیا ہے۔

مطلع فرماتے ہیں۔

یاد وطن بہ ستم گریہ دشتِ حرم سے لائی کیوں  
جیسے بھٹائے بدغیب سر پہ بلا اٹھائی کیوں

کس کی نگاہ کی دنیا پھسرتا ہے میری آنکھ میں  
ترکینِ صمت نازنے مجھ سے نظر چرا لئی کیوں

سبحان اللہ! خداوندِ بالا! اخبار میں کیا معنی آؤ گی ہے اور کیسا انداز بیان ہے۔

ہو نہ ہو آج کچھ میرا ذکر ہوا حضور میں،  
ورنہ میری طرف خوشی دیکھ کے مسکرائی کیوں

اس لطافتِ بیان کو ملاحظہ کیجئے، نعتیہ شاعری میں یہ نہیں اور یہ لطافتِ خیال و بیان :-

حسرت تو کا سا کھٹ مٹنے ہی دل بگڑ گیا  
ایسے مریض کو رہتا مرگ جواں ستائی کیوں

نہ درگاہِ کائنات سے اللہ علیہ وسلم کے پیشاںِ معجزات سے مرث ایک مجروحہ کا اظہار فرماتے ہیں جان  
مختل کا انداز بیان قابلِ دید ہے۔

سے لبِ میسلی سے جاں بخشی زالی ہاتھ میں  
سنگ و دھڑے ہاتھ میں شیریں مٹالی ہاتھ میں

ہر خطِ گفت ہے یہاں لے دستِ بھنائے کلیم  
نورِ انوارِ باریک نظر ہے مٹالی ہاتھ میں

خاتمہ رقصاقدس سرتو کی سنی آؤ گی کا کمال ملاحظہ ہو۔

پتلیا ہر حسرت ہے آسمان سے دریا بہر گئے  
چشمہ قورسید میں تو نام کو بھی تم نہیں  
اس میں زم زم زم زم کہ تم کو تم کو تم کو تم کو  
گرفتہ کو تر تیرا زم زم کی طرا کلم کلم نہیں

دوسرے شعر کے مصرعہ اول میں مضمون آفرینی کا جواب نہیں بلکہ سلاست اور روالِ شاعرانہ  
آگاہی، معنی آفرینی نے بندشِ الفاظ کے ذریعہ مستعمل ہونے لگا دیا۔

وہ کی لہجہ حسنِ صورت ہے کہ گنگا نکلتی ہے جہاں نہیں  
یہی پھولِ خار سے ڈرتے ہیں کہ کھڑا نہیں  
بڑا قدر تو نادر و بہرے کولِ بیش ہو تو نال و  
نہیں گئی کہ پوروں میں ڈالیاں گزرتی ہیں پورے نہیں

کی جو بالوں سے ترے روٹھتی جاو گئی  
کھڑے جاں کو بھنایا ہے خلافِ مشکبیں  
تارِ شیرازہ مجھ کو یوں ڈیرا ہے  
حال کھل پائے جو اکٹہ میں اکٹہ گھیرا

صبح کا وقت و عاکِ قبولیت کا وقت ہے اور صبح کس طبع کو لے ہے یہ حضرتِ متناک  
ارباب سے سنتے :-

الحمد لله الذي جعل العلم نوراً يضيء القلب ويهدي السبيل

فصل اول در بیان احوال و اسباب

لا تكتب في هذا الكتاب

این کتاب در سال ۱۳۰۲ خورشیدی در تهران چاپ شده است.

یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ اگرچہ مذکورہ بالا تمام باتیں صحیح ہیں مگر ان کے لیے کسی خاص وجہ کی ضرورت نہیں ہے۔

சென்னை, 15.05.2018

[illegible]

الحقیر و البطلان کے لئے

وہی ہے جو کہ "میں نے اپنے آپ کو" کے ساتھ لکھا ہے۔

[illegible]

تم ارجاعه الى صاحبها

اسی طرح کہ وہ اپنے اس غم کو اپنے دل میں دھوپ کر لے۔

1871-1872  
 1873-1874

Համարձակվեց Գրականությանը:





جہاں کی خاک روئی نے زمین آرا کیا تجھ کو  
صبا ہم نے بھی ان گلیوں کی کچھ دن خاک کیانی ہے

لاحظہ کیے کہ شانہ و سراک سے کیا مضمون پیدا کیا ہے۔ یہ محبت کے تقاسم ہیں ان کو ہر ایک  
عصر میں نہیں کرتا۔

یہ اگر ساتھ ان کے شانہ و سراک کا کہتے  
تاکہ کہ وہ دل ریشوں پہ زائد ہوسرانی ہے

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جن میں شفاعت فرمائیں گے اس شفاعت میں حضور صلی  
اللہ علیہ وسلم جو سرگرمیاں ظاہر فرمائیں گے اس کیفیت کا اظہار کس ادب کس انداز اور  
کس شان سے کیا ہے ذرا مضمون آفرینی کا رنگ ملاحظہ ہو۔

وہ سرگرم شفاعت میں عرق اشغال ہے پیشانی  
کرم کر عطر صدق کی زمیں رحمت کی گھائی ہے

عطر معدن کی زمیں رحمت کی گھائی سبحان اللہ سبحان اللہ

آنکلی حیات و آتش روزگاہ کو سرگرد کردیتی ہے سیدھی ساوی کی بات ہے لیکن معنی آفرینی  
نے اس کو معجزہ کو کس بند کی رہنمائی کیا ہے ملاحظہ کیجئے۔

اسے عشق ربی سے ملے، چلتے ہے چھٹے ماسے  
یہ آگ بجھا دے گی، وہ آگ لگاتی ہے

آگ کا آگ کو بجھا دینا کیا امتداد بیان ہے (الفرق ان مسئلہ میں کہاں تک مرض  
مروں کچھ اور ایسے ہی اشعار بغیر شے پیش کرنا ہوں جن میں مضمون آفرینی کا لطف موجود  
ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔)

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے جس پر ستار جان فلان ہلنے کی ہے

شکل بشر میں نور الہی نہ ہو اگر کیا قدر اس حقیر ملائمہ کی ہے

آنسو بہاتے بہ گئے گئے گئے کے گئے کے گئے ہاتھی ڈباؤ جھیل یہاں چشمہ تر کیا ہے

دہان کا نصرت خواں ہوں نہ پایا بجائی آپ ندی گئے مرے آپ گہری ہے

شکلی وہ دیکھ باؤ شفاعت کہ رہے ہوا یہ آبرورفتا ترے طمان تنگی ہے

حضرت رضا قدس سرہ کی معنی آفرینی کے نمونے کہاں تک پیش کروں، آپ کی ہر غزل  
طرز ادب کی طرحی، روز مرہ اور زبان کے لطف اور مضمون آفرینی کی خصوصیات سے مالا مال  
ہے سابقہ اوراق میں بہت سے اشعار ان خصوصیات کے تحت پیش کر چکا ہوں جب بھی  
عدائی کو بخش کے صفحہ کو الٹا ہوں کر شرا میں دل کی گشت گاہاں نبھاتے ہر غزل میں  
ایسے اشعار نظر آتے ہیں کہ جیسا خدمت دل کا جتنا ہے کہ قارئین کو بھی ان اشعار سے لطف اندوز کرنا  
قصیدہ درخشیت شادی اسری کے عنوان سے جو نظم حضرت رضا قدس سرہ نے رقم فرمائی

ہے وہ ان کی معصوم آفرینی کا کمال ہے معنی آفرینی کا مقام بہت محنت ہے خصوصاً قوت تخیل کے  
بظاہر کی گئیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔ اسی معنی آفرینی اور قدرت طاری کی بدولت مرقا قات  
کو بے کام کا پڑا دھتہ نظر نہ لگنا پڑا، اس کا باعث معنی آفرینی میں ان کی قوت تخیل کی بے راہ  
رواجی اور وہ تو تخیل کا میدان تھا، یہاں اس کے برعکس قوت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام  
تخلک حد ہے، ہر قدم پر تخیل ہے اور ہر قدم پر تکیہ کہ ہر تکیہ پر قدم ہے اس قدر قدم دیا ہے  
میدان پیدا اور اپنے راستے پر قائم رہنا قدر سے مراد ہے جس جس الفاظ سے معنی آفرینی اور ایمان  
تو کی تخلیق کہ ہے وہ الہی کا حق ہے۔

اس نظم میں معنی آفرینی لکھی ہے محاکات لکھی، انوشیہ محاکات کا دھن پیدا کرنا اچھا ہی دستور  
ہے، اس حقیقت کو وہی حضرات محسوس کر سکیں گے جنہوں نے قوت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم  
سے لکھی تمام اشیاء ہے اور وہ بھی شے کے بجائے نظم میں معنی ہاں اس نظم میں محاکات کا بھی وضع  
ہے انوشیہ میں انوشیہ کی گیت پر مبنی ہے اور ان تمام خصوصیات کا نام ہے جس پر کہ اس نظم  
کو عجیب شاعری کا نام دیا گیا ہے۔

اس نظم کی تہذیب میں محنت و مہارت سے مراد فرماتے ہیں۔

راہِ خلک پہنچتی تھی، میدانِ تہذیب پر گئی تھی شادی

اُدھر تے انوار بستے آئے، اُدھر سے نجات آئے رہے تھے

وہ جیت پڑی تھی ان کے دُعا کی کوہِ شام باندھی تھی پیش

وہ رات کو جگہ لگ رہی تھی، جگہ جگہ تعجب آتے تھے

نئی دُعا کی پھین میں کعبہ پنجہ کے ستورا، ستور کے کھرا  
تجر کے صدارت کے کمر کے آگ تل میں رنگ لاکھوں بنا کے تھے

ذرا یہ شعر تو ملاحظہ کیجئے کہ چاندنی دما بستان کا پڑنا فرش کثرت استعمار سے لکھا ہو گیا تھا  
سرکارِ دلا کے راستے سے اسے اٹھا دیا گیا اور ایک اور فرش بچھا گیا، وہ فرش کو سنا تھا  
ملاحظہ کیجئے۔

پڑانا پڑوار لکھا تھا، اٹھا دیا سرش چاندنی کا،

اجرم تارنگہ سے کوسوں، قدم قدم فرش باز سے تھے

نور کی کثرت اور اس کی جگہ گاہت، امیدوں کا جہم اور اڈوہام ملاحظہ کیجئے۔

عجب نہ سحرش کا چمکنا، غزالِ نرم خور وہ کا بچہ کھتا

شعاعیں بے اڑاری تھیں، خرچتے آنکھوں پہ پھاٹھے تھے

اجرم امید سے گمشاد، مُرادیں دے کر انہیں ہٹاؤ

ادب کی باگیں لئے بڑھاؤ، ملت کے میں یہ غلغلے تھے

نظم ۹۹ اشعار پر مشتمل ہے اگر میں معصوم آفرینی پر مشتمل تمام اشعار پیش کروں تو اس

صورت میں مجھے دو ٹوٹا ہے، نظم پیش کرنا ہوگی اور صفحات کی تنگ دامانی اس کی جتنے مانے ہو

چنانچہ اس نظم کے صرف چند اشعار اور پیش کروں گا۔ ملاحظہ ہو۔

بڑھا ہے اہر کے بحسب وعدت، کہ وصل کیا نامِ روگ کثرت

فلک کے نیلوں کی کیا حقیقت، اگر عرش و کرسی دو ٹوٹے تھے





بقدر صدا، سماں پہ بندھا یہ سدرہ الطاہرہ عرشِ شہک  
مغفوت تہائے سجدہ کیا، ہوں بوازاں تمہارے لئے

شاہدیت، یقین، برکت، زجر و جیت، گرو مہر  
ہے مرکزیت، تہاوی صفت کہ دونوں کماں تہائے لئے  
یہ غور کیا، سپہر تو کیا کہ عرشِ عطا بھی دُور رہا،  
چہرے سے ورا وصالِ بلا، یہ رفعتِ شاں تہائے لئے

## طرزِ ادا کی رنگینی

طرزِ ادا کی رنگینی پیش کرنے کے لئے تعزلی کا میدان بہت وسیع ہے، یہ تقی میر، غالب اور مومن  
کے کلام کی مقبولیت کا راز جس قدر طرزِ ادا کی رنگینی میں نہاں ہے اس قدر اُن کی مضمون آفرینی میں  
نہیں ہے، مومن اور غالب تو اکثر مضمون پر مضمون آفرینی کی خاطر طرزِ ادا کی رنگینی کے کثرت کو کمزور  
پس، تعزلی کے وسیع اور غیر محدود میدان میں اُن نامور شعرا غالب اور مومن اور مابعد کے شعرا  
نے جو نقوش چھوڑے ہیں وہ قابلِ تعریف ہیں، اُن کے بقائے نام اور آج تک اُن کے کلام کی پسندیدگی  
کے جس قدر اسباب ہو سکتے ہیں ان میں طرزِ ادا کا اچھا نمونہ اور طرزِ ادا کی رنگینی کا مقام سب سے  
بلند ہے، غالب، مومن کے بعد حالی، دکن، اکبر، عزیز، لکھنوی، غازی، حسرت، خواجہ حسن اور  
جسٹر جیسے مشاہیر شعرا کے کلام پر نظر ڈالئے ان کے کلام میں جہاں جہاں آپ نظر آئے گا وہاں رنگینی کا  
وہ طرزِ ادا کی رنگینی ہی کا نتیجہ ہوگا، اگر میں ان شعرا کے کلام سے ان کی طرزِ ادا کی رنگینی کے نمونے پیش کر دوں  
تو یہ صفحات اچھا خاصہ مجموعہ انتخابِ کلام بن جائیں گے جو مجھے مقصود و مطلوب نہیں مجھے تو صرف  
یہ عرض کرنا تھا کہ شعراءِ ان خصوصیات میں طرزِ ادا کی رنگینی کا ایک خاص مقام ہے اور جس شاعر کے  
یہاں یہ خصوصیت، دوسری خصوصیات کے مقابلہ میں زیادہ ہے اتنی ہی اس کی شاعری کا مقام  
اوپر بول خاص مقام ہے۔



لاستائی کا استقصا اور ان کا اعطائے انسانی سے ناممکن ہے کہ  
لا یکن الشاء کما کان حقاً

اور بقول طبریزی ما یطابق  
لذوقنا تقدم به کما کہی بزرگم  
پھر بھی قلم انسانی نے جو کچھ اس سے کہیں ہو سکا اس ذات گرامی، باعث خلق عالم و عالمین  
صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کئے ہیں، اب یہ شاعر کا کہاں شاعر اور اس کی ملاقات زبان  
اور قوت بیان سے کہ وہ اپنی محدود بصیرت اور کم بضاعتی کے باوجود اس راہ میں بیان کی بدقتوں کی  
دکھائے اور اہل حق و صواب علیہ السلام کے توبہ کو نگاہ سے بچائے، بچنا سچے اب آپ حاضر رخصتا  
قدس سرور کی رعیتیں ملاحظہ فرمائیے کہ  
فرماتے ہیں :-

مزمع دلیب و بدعا و بدعہ کہے لگاؤ  
جنت بڑی ہے تری، نوں سے چھٹتا تیرا

ترے قدموں میں تیری جگر کا سوا کیا کچھ  
کون نظروں پہ چڑھے دیکھے تلو تیرا  
مقبول غوث اعظم  
مصلحت کے نام پر یہ مار کا سایہ دیکھا  
جسے دیکھا میری جاں جلوۂ زیبا تیرا

ماں تو جانتی ہی جانتی قیامت ہے  
کہ یہاں مرنے پہ پھیرا ہے نظار تیرا

گیت گویوں کی چنگ غزلیہ اور گیت چنگ  
باغ کے ساندوں میں بچتا ہے ترا تیرا

صفت ہر شے و مہم ہوتی ہے سلائی تیرا  
شاعری بھلا بھلا کہے بھلائی میں ہر شے تیرا

صفت ماتم اٹھنے عالی ہوتا دواں تو نہیں بڑھتا  
گہنگا دواں چلو، مولا سے دیکھو لاپتہ زہراں کا  
فدائے مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم

جہاں چڑکا کنگ واں مرہم کا نور ہاتھ آیا  
دل زخمی شک پروردہ ہے کس کی ملامت کا  
سر ہائے آنکھ کے سہل کے یہ بستان کا عالم ہے  
مشہ کوثر رحم کشد جا لکے زیارت کا  
وہ چمکیں بجلیاں یا رب بجلی ہائے جان سے  
کہ چشم طور کا شرم ہو دل مشتاق رویت کا

جانا دید و وعدہ دیدار پر  
نقد اپنا دام ہی ہو جائے گا  
یا درۂ جاہیں گی یہ بیباکیاں  
نفس تو تو رام نہ رہی جائے گا

اگر گلوں کو خزاں ناز سید ہونا تھا  
کشتا و غار مدینہ و حمید ہونا تھا  
نظارہ خاک مدینہ کا اور تری آنکھ  
نہ اس قدر بھی فرخ مدینہ ہونا تھا  
نسیم کیوں نہ غیم آنکھ طبع لال  
کہ سب گن کو گرہاں دیدہ ہونا تھا  
کمار خاک مدینہ میں راسخین ملتیں  
دل حزن سے اٹھ اٹھ چکی وہ ہونا تھا





حضور کر رہا ہے ہاں کی شعا  
مجموعہ ہے ملک زلف و ستار عارض  
قہر سے خفا ہے کرم اندوگدایاں ہونگا  
پلے اک مل ہے وہ کہنے پر ستار عارض

ہونے ہوا آج کچھ ہوا، ذکر حضور میں ہوا،  
درد مرئی طوت خوشی و کجی کے مسکرائی کیوں  
چرخاں ستم کیا، طیبہ نظر میں پھر گیا  
چیرے کے پردہ جب زلف کی چین گئی کیوں

مومن کروں حضور سے دل کی مرے تو خیر ہے  
چلتی سر کو آرزو دشت حرم سے آئی کیوں

اٹکے پھر کوئی کیسے ہی نہ ہو  
جب یاد آئے ہیں سب غم جلائے ہیں  
اک دل جا رہا ہے اکراں کا گناہ  
تم نے تو جیسے پھرتے ہو جلائے ہیں  
ہم سے تقریبی اب بھی تو کھٹے ہوگا  
اب تو مٹی کے در پر بستہ لگائے ہو

سب اب مٹی سے جہاں کبھی زالی ہاتھ میں،  
سنگ ریت پاتے ہیں شہر میں مقامی ہاتھ میں  
سجڑے کیا ہاتھ دار شکل کے ہوں دست  
لوٹ جاناں کے وہ داناں عالی ہاتھ میں

اوس مہر شہر پر چڑ جائے چیا سو تو سہی۔

اس گل خنداں کا رو ناگریہ شب بزم نہیں  
ہے انہی کے دم قدم سے دونوں عالم میں بہا  
وہ نہ تھے عالم نہ تھا، گروہ نہ ہوں عالم نہیں

یہ نہیں کہ فائدہ ہو لگو، وہ بلکونی کی مہمی ہے آید و

نگراے مدینہ کی آرزو جسے چاہے تو وہ سماں نہیں،  
اقتدار النظر کے ادق اور شکل مسئلہ کو طرز اداسے کس قدر حسین اور سرخ العجم بنا دیا ہے۔  
فرماتے ہیں:-

بڑا قدر تو نادر دہر ہے، کوئی بیش ہو تو مثال نہ  
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چین میں سرچاں نہیں

زین کے اشعار ملاحظہ کیجئے کہ زمین کس قدر سنگھڑاں ہے لیکن طرز اداسے کیسی دلگنی پیدا  
کی ہے، فرماتے ہیں:-

بلند نے گل ان کو کہا، قمری نے سرو جانا فدا  
حیرت نے جھٹلا کر کہا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں  
خود رشید تھا کس زور پر کیا بڑھ کے چکا تھا قمر،  
بے پردہ جب وہ رخ ہوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں



گرمی ہے پتہ ہے بار بار ہے، کلفت سفر کی ہے  
 اٹھ کر یہ تو دیکھ عزیمت کدھر کی ہے  
 ماہِ مدینہ اپنا جتنی عطا کرے  
 یہ دھننی چاندنی تو پتھر وہ پتھر کی ہے  
 سب خشک و تر سلام کو حاضر ہیں السلام  
 یہ جلوہ گاہ مالک ہر خشک و تر کی ہے  
 ہاں! ہاں! وہ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ  
 او پاؤں رکھنے والے یہ چاہشتم و سر کی ہے  
 ردی غلامِ دکن، حبشی باندیاں، شعیبیں،  
 گنتی کینہ زادوں میں شام و عصر کی ہے  
 ماڈل کہاں، پکا دلوں کیسے کس کا منہ تنوں،  
 کیا پریش اور جا بھی سب بے ہنر کی ہے  
 سرکارِ مملکتوں میں طسّرِ نازدب کہاں  
 ہم کو تو بس تیز رہی بھیسک بھر کی ہے

اٹھ کر ان کے رخ کا صدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا بار بار،  
 کہ چاند سورج پل پل کر جبین کی خیرات مانگتے تھے  
 رستم کیا کہیں نہت لڑتی، قرۃ عاک ان کے وہ گذر گیا  
 اٹھانہ لایا کہ کتنے تھے وہ داغ، سب دیکھتا تھے

خدا کی قدرت کہ چاند حق کے، اگر دوروں منزل میں ہیں کہے  
 اچھی نہ تاروں کی چھانوں ہیں، کہ نور کے آگے آتے تھے

میں حضرت رقتا قدس سرہ کے طرزِ اراد کی رنگینی اور اس کے بالکون کی مثالیں کتنی میں لکھیں  
 حقائقِ بخشش حصہ دوم، نور کا قصیدہ ملاحظہ فرمائیے، طرزِ اراد کے کیسے کیسے اتنا زار و جہنم بیان کیے  
 کیسے کیسے تیروں، وہ پورا قصیدہ زبان کے لطف سے سمجھو۔ حسین اور ناز و شہباز کی اعتبار  
 کا ایک حسین گلدستہ ہے یہاں میں عرب طرزِ اراد کے سلسلہ میں چند اشعار پیش کر رہا ہوں۔  
 فرماتے ہیں:-

سارے واسے کچھ کرتیہ اعامہ نور کا، سر جھکاتے ہیں اچھی بول بلا نور کا  
 آب زربینا ہے عارض پرست نور کا، مصحفیت اجماز پرست ہے سونا نور کا  
 میل سے کس درجہ شہد ہے وہ پلا نور کا، ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرنا نور کا  
 صبح کر دی کھر کی کجا تھا قرۃ نور کا، شام بندے تھا شب تیرہ کو دھڑ نور کا

یہی خصوصیت آپ کے اس سلام میں موجود ہے جو آج بھی ہر خاص عام کی زبان پر ہے یہی تحفظ  
 جانِ رحمت پر لاکھوں سلام، مگر اس سلام میں اتنی آفرین زیادہ ہے جس کے بارے میں آئندہ صفحہات  
 میں کچھ عرض کیا جائے گا، البتہ جہاں سے سرور کائنات کے لئے اللہ علیہ وسلم کا سراپا ہے اقدس شروع کیا  
 ہے وہاں پھر طرزِ اراد کی طرحی پر آجائے ہیں اشعار

بجلی پتل گن قدس کی چٹائے  
 ان بیوں کی نزاکت پر لاکھوں سلام

اس قصیدہ "نوری" میں جناب رقتا نے جن لطیف تشبیہات و استعارات اور علم بیان کی  
 دوسری خصوصیات کو پیش کیا ہے اگر کسی ایک مشتق عنوان کے تحت آئندہ پیش کریں گا اس وقت تو





روان طرازی محسوس حلال موہن سے  
وہی نہ کوئی بھی سرسبز ادا بہت ان کے لئے

ترجمہ ان انہاس شوق ہے تنہا رنگ  
جوں زبان شمع عاشق بے توہاں کئے گوہ

مندرجہ بالا اشعار کے مطالعہ کے بعد یا شعرا ملاحظہ فرمائیے اور دیکھئے کہ مضمون آفرینی کے  
ساتھ جیسا شاعری نے آمد کا رنگ پیدا کر دیا ہے۔

غیروں پر کھل نہ جانے کہیں راز دیکھنا  
دشنام یار طبع حریف پر گراں نہیں  
اب مضمون آفرینی کے ساتھ روانی اور سلاست کا فقدان دیکھئے پس آورد ہی آورد ہے۔  
آرتے ہمارے رنگ ترش ملاحظہ فرمائیے  
دیکھا اپنا حال زار خیم ہوا قریب  
اس مرثعہ پر شکستہ کی پرواز دیکھنا  
تھما سازگار طالع ناست از دیکھنا

یہاں کچھ کیفیت مرثا غالب کے یہاں ہے وہ جب معنی آفرینی پر آتے ہیں تو طرز ادا شکوہ الفاظ  
کا سہارا لیتی ہے اور شکوہ الفاظ آورد کے ساتھ میں اصل کرسلاست سے مرعوں دور ہوجاتی ہے  
یہ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

پر شکال دیدہ عاشق سے دیکھا ہے  
نہیں کہی مانند گل ہوجاتے دیوار چمن

الغبت گل سے غلط ہے و طوئی وارستگی  
نرسد بہ ہاوصفت آراوقی کرکرا چمن

دل آشنگان، حال نگاہ دہن کے  
سویا سہا سہرہ دم دیکھتے ہیں  
سرباز لغت نالہ ہے دلہا دل سے  
کہ شب زکا نفس قدم دیکھتے ہیں  
آپ نے دیکھا کہ مضمون آفرینی کیا گل کھلا رہا ہے۔ طرز ادا میں بیاضی ہے اور سلاست  
پیدا ہے، اسی بخور زمین میں مرزا کی یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے معنی آفرینی گلے اور اس کے ساتھ  
کی قدر لطافت و سلاست ہے۔

جہاں تیرا نقش قدم دیکھتے ہیں  
تیرے سرو قیامت سے اک قد آور  
خیاں خیاں ابرم دیکھتے ہیں  
قیامت کے لئے کوہ دیکھتے ہیں

مرزا نے اس کے پیشوا شمار مزید وضاحت کے لئے پیش کر کے میں اصل مرثعہ ہے  
آوازوں و ملاحظہ کیجئے۔

اگر بیش کوہ صوبان حوادث غلب  
لطف موصاف کم از سہل استوار نہیں  
سب دل کے لئے قید کرے ہے نہیں  
مرثعہ اسے مرثعہ کہ گھڑا میں صبا نہیں  
نقل سے کرتی ہے اثبات طر و شش گویا  
دی ہے جانے دہن اس کو دم (جدا نہیں)



ای حلقه یی در دستم از دلی  
 یادگار از آن که به خست

از آن که به خست / از آن که به خست  
 از آن که به خست / از آن که به خست  
 از آن که به خست / از آن که به خست

از آن که به خست / از آن که به خست

از آن که به خست / از آن که به خست  
 از آن که به خست / از آن که به خست

از آن که به خست / از آن که به خست  
 از آن که به خست / از آن که به خست  
 از آن که به خست / از آن که به خست

از آن که به خست / از آن که به خست  
 از آن که به خست / از آن که به خست

از آن که به خست / از آن که به خست  
 از آن که به خست / از آن که به خست  
 از آن که به خست / از آن که به خست

از آن که به خست / از آن که به خست  
 از آن که به خست / از آن که به خست  
 از آن که به خست / از آن که به خست

از آن که به خست / از آن که به خست

از آن که به خست / از آن که به خست  
 از آن که به خست / از آن که به خست  
 از آن که به خست / از آن که به خست

از آن که به خست / از آن که به خست  
 از آن که به خست / از آن که به خست  
 از آن که به خست / از آن که به خست

